Muhammad ... Ahmad

تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے ۔ لو وہ کہ یہیں نور خدا پاؤ گے

لائبریری صدر انجمن احمدیہ

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

ثبت شد در لائبریری محکمہ صدر انجمن احمدیہ
تاریخ آمد ... ۲ ... ۲
Digitized by Khilafat Library

نظر دنیا کے مذاہب پر

جلد ۵ — نمبر ۱
بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء

فہرست مضامین

اسلام بجواب پادری سیل (۶) اسلامی بہشت اور دوزخ ۱ - ۲۱
وصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۲ - ۳۵
ضمیمہ متعلقہ رسالۃ الوصیۃ ۳۶ - ۳۹
ہندوستان میں عیسائی مذہب کی ناکامی کی وجہ ۴۰ - ۴۵
رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود ۴۶

قادیان ضلع گورداسپور سے - ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کو بنیجر میگزین کے اہتمام سے شائع ہوا - چندہ سالانہ عہ

امریکہ میں تبلیغ

مسٹر محمد الگزنڈر رسل وب صاحب کا خط مرقومہ ۲۶- نومبر ۱۹۰۵ء جو مجھے اخیر دسمبر میں ملا ہے اسکا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں کیونکہ بہت سے احباب نے خواہش کی ہے کہ ایسے خطوط وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے چاہئیں۔ وہ لکھتے ہیں

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ- آپ کا پہلی تاریخ کا عنایت نامہ مجھے ابھی پہنچا ہے اور مَیں اسی وقت اس کا جواب بھی لکھنے بیٹھ گیا ہوں- مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اشاعت اسلام کے لئے کوئی خدمت خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو کرنے سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے- اور چونکہ آپکے میگزین کو مَیں سچے دل سے ایک نہایت زبردست ذریعہ صداقت کے پھیلانے کا سمجھتا ہوں اس لئے مجھے آپ کی خدمت کرنے سے خوشی ہوتی ہے- جو کاپیاں میگزین کی آپ مجھے بھیجتے رہے ہیں وہ میں ان لوگوں کو بانٹ دیتا رہا ہوں جنہوں نے اسے شوق سے پڑھنے کا اقرار کیا- اور جب زیادہ کاپیاں مجھے بھیجی جاتی تھیں تو مَیں انکو ایسے طور پر تقسیم کر دیا کرتا تھا جس سے کوئی فائدہ ہو- بعض ایسی مثالیں تو میرے علم میں ہیں جہاں ان میگزینوں نے تحقیق کی روح پیدا کر دی ہے مگر مجھے یہ علم نہیں کہ کوئی چندہ دینے والا خریدار بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں- اس ملک کے لوگ عجیب قسم کے ہیں وہ ایسی باتوں کے لئے جن سے ان کو نفسانی لذّات اور خوشی حاصل ہو سوسائٹی میں عزت بڑھے کھلے دل سے روپیہ خرچ کرتے ہیں بڑا بننے کی خواہش اس جگہ دوسرے یورپی ممالک سے بہت بڑھی ہوئی ہے- کیونکہ اسکا حاصل کرنا بھی آسان ہے اور روپیہ سے فی الفور آدمی بڑا بن جاتا ہے- یہ ایک بڑی بھاری روک ہے جس کا مجھے مقابلہ کرنا پڑا ہے- ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو آج اسلامی عقیدہ کو ظاہر کرنیکے لئے تیار ہیں اگر انکو یہ خوف نہ ہو کہ اس سے سوسائٹی میں ان کی حیثیت بگڑ جائے گی- آپ کہیں گے کہ یہ تو اس بات کی علامت ہے کہ انہوں نے اسلام کو ٹھیک سمجھا نہیں اور انکے دلوں میں وہ بات نہیں جسکا وہ مُنہ سے اقرار کرتے ہیں یہ بات ایک حدتک صحیح ہے مگر بکلی صحیح نہیں- اصل بات یہ ہے کہ انکی خود غرضی اور اخلاقی بزدلی انکے کانشنس کی ترغیب پر غالب آجاتی ہے- مَیں نے ایکدفعہ ایک دوست کو تحریک کی کہ وہ آپکے میگزین کو خریدا کرے تو اس نے جواب دیا کہ مَیں تو خوشی سے ایسا کروں مگر آپ جانتے ہیں کہ میری عورت ایک متعصب میتھوڈسٹ کلیسیائی ہے اور میگزین کے میرے گھر میں ہونیسے فساد پیدا ہوگا..... جب میں گیارہ سال ہوئے اپنا رسالہ مسلم ورلڈ نکالا کرتا تھا- اور اسے نہایت کم قیمت پر فروخت کرتا تھا تو اسوقت بھی امریکہ میں بہت کم خریدار تھے- کیونکہ وہ اسے ایک تبلیغی پرچہ سمجھکر یہ چاہتے تھے کہ اسکی اشاعت مفت ہو- چنانچہ مجھے یہی طریق اختیار کرنا پڑا تھا"

کوئی کہیگا کہ وب صاحب امید بھی دلاتے ہیں اور ناامیدی بھی- مگر میں اپنی جماعت کو مخاطب کرکے یہ کہتا ہوں..

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اسلام (۶) بجواب سیلؔ

اسلامی بہشت اور دوزخ

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ معترضین جب اسلام پر اعتراض کرتے ہیں تو کسی اصول کی پابندی سے نہیں کرتے۔ مثلاً ایک مسلمان جب عیسائی مذہب پر کوئی اعتراض کریگا تو وہ ایسا اعتراض ہرگز نہیں کریگا جو اُس کے اپنے مذہب پر آتا ہو۔ مگر عیسائی صاحبان کو اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں۔ خدا جانے کب تک یہ شیوہ چلا جائیگا اور کب وہ سمجھیں گے کہ مذہب دھوکہ بازی کا نام نہیں۔ بلکہ حق طلبی اور حق پسندی سچے مذہب کی پہلی نشانی ہے۔ پھر ایک اور عجیب بات ہے کہ جس لفظ پر انکے خیال میں کوئی زد پڑ سکتی ہو خواہ وہ کیسی ہی لغو اور اپنے اصول کے برخلاف بھی کیوں نہ ہو وہ تو پادری صاحبان بڑی محنت سے ورق گردانی کر کے نکال لیتے ہیں۔ مگر صاف اور صریح آیات جنپر اگر وہ غور کریں تو اُنکا اعتراض خود ہی دُور ہوجاوے وہ اُنکو ملتی ہی نہیں۔ مگر تعجب کیا کیا جائے جب ان لوگوں نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے۔ انکی غرض اسلام کے اصول کی تہ تک پہنچنا نہیں بلکہ صرف اسکو کسی نہ کسی رنگ میں بدنما کر کے دکھانا ہے تا عیسائیت کا دَورہ ختم نہ ہوجائے۔ انجیل کو مان کر نعمائے جنت اور آلامِ نار پر اعتراض کرنا بڑی جرأت کا کام ہے۔ مگر اس بات کو چھوڑ کر مَیں یہ کہتا ہوں کہ کیا پادری صاحب نے کبھی جنت اور دوزخ کے متعلق قرآن کریم کی کُل آیتوں کو یکجائی نظر سے دیکھا اور انپر غور کیا ہے کہ اسلام کا اصل منشاء کیا ہے؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ دنیا کی کُل مذہبی کتابوں میں سے یہ خصوصیت صرف قرآن کریم ہی میں پائی جاتی ہے کہ نہ صرف اس نے بہشت کی لذات اور راحت کے اصل فلسفہ کو نہایت صفائی سے بیان کیا ہے بلکہ وہ طریق بھی بتادیا ہے جسپر چلکر انسان اِسی دنیا میں اس موعودہ جنت کی جھلک دیکھ سکتا ہے اور یقین کامل سے بول اُٹھتا ہے کہ واقعی حق وہی ہے جسکو خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن شریف میں

بیان فرمایا ہے یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس سے نہ صرف اسلام کا دامن تمام اعتراضوں سے ہی پاک ہوتا ہے بلکہ معاً یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعی اسلام ہی حصول نجات کا اکیلا ذریعہ ہے کیونکہ جس نجات کا وہ آئندہ وعدہ کرتا ہے اس نجات کا مزہ وہ اسی دنیا میں چکھا دیتا ہے۔ تمام مذاہب نے آئندہ زندگی اور اس دنیا کی زندگی کے درمیان موت کو ایک ایسا پہاڑ سمجھا ہے کہ اسکے اِدھر کے نظاروں کو اُدھر کے نظاروں سے گویا کچھ تعلق ہی نہیں مگر اسلام کے نزدیک موت صرف اِس عالم سے اُس عالم کی طرف انتقال کرنیکا ایک دروازہ ہے اور جس روحانی حالت میں انسان اپنی موت کے وقت ہوتا ہے اُسی حالت میں وہ اپنے آپ کو اُس دوسرے عالم میں پاتا ہے۔

اس امر کی تائید قرآن شریف کے بہت سے مقامات سے ہوتی ہے۔ مثلاً اسی آیت پر غور کرو من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا۔ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہیگا۔ اب ظاہر ہے کہ اُس دنیا میں اندھا رہنے سے یہ مراد ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور بہشتی زندگی اسکو نہیں ملیگی۔ پس آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس دنیا میں بہشتی زندگی حاصل نہیں کرلیتا وہ آخرت میں بھی جنت سے محروم رہیگا پس قرآن شریف کی رُو سے انسان کی بہشتی زندگی اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے اور اسکی بنیاد اسی جگہ رکھی جاتی ہے۔ ایک اور امر قابل غور اس آیت میں یہ ہے کہ اندھا رہنے کی حالت کو گویا دوزخ سے تعبیر کیا ہے جس سے یہ منشاء ہے کہ جو شخص اس دنیا میں روحانی امور سے اندھا رہا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے چہرہ کو اس دنیا میں نہیں دیکھا وہ اس سبب سے کہ ناپاکیوں میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے گویا دوزخ میں پڑا ہوا ہے۔ اور اسی دنیا کی ناپاکیوں کا دوزخ اسکے لئے آخرت میں دوزخ بن جائے گا۔ بہشت کی سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے۔ اور اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اسکے چمکدار نشانوں سے اسی دنیا میں دیکھ لے۔ اور اگر یہاں اسکو وہ آنکھیں نہیں ملیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کو یقین کامل سے دیکھتا ہے تو آخرت میں بھی اس سے محروم ہی رہیگا۔ پس جب نعماء جنت میں سے سب سے بڑی نعمت بھی انسان کو اسی دنیا میں حاصل ہونی چاہیئے تو معلوم ہوا کہ لذات جنت کا حصول اسی دنیا سے شروع ہوتا ہے اگرچہ جیسا میں آگے چلکر دکھاؤنگا اس دنیا میں ان لذات کا حصول ایک باریک اور مخفی رنگ میں ہوتا ہے جسکو صرف عارف ہی پہچانتا ہے اور اُس دوسری دنیا میں ان تمام لذات کا حصول نہایت کھلے طور پر ہوگا۔ پس اصل حقیقت اس دنیا کی بہشتی زندگی اور اُس عالم کی بہشتی زندگی کی ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کو ایک الگ رنگ کا

خصوصاً آنکھیں مل جائیں۔

اسی طرح پر اور بہت سی آیات سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں صاف لفظوں میں فرماتا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ یعنی راستبازوں کے لئے جو مقام سے ڈرتے ہیں دو جنت ہونگے۔ یعنی ایک جنت اسی دنیا میں اور ایک جنت آخرت میں۔ پس سب سے اول اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اس دنیا میں جس جنت کا مومن کو وعدہ دیا گیا ہے وہ کس قسم کا جنت ہے یعنی اسکی حقیقت کیا ہے۔ کیونکہ اصل حقیقت دونوں جنتوں کی ایک ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اگرچہ کیفیات میں فرق ہے۔ قرآن شریف کی رُو سے اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت کا نام بہشتی زندگی ہے چنانچہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ یعنی اے نفس خدا کے ساتھ آرام یافتہ۔ اپنے رب کی طرف واپس آ وہ تجھ سے راضی تو اس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آجا یہی اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت کہ انسان اسی دنیوی زندگی میں خدائے تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اسکی خدا میں ہی ہو جائے وہ حالت ہے جسکا نام بہشتی زندگی ہے اور یہ بہشتی زندگی اسی دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی قرآن کریم میں دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرتا ہے وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اسپر نہ کوئی خوف اور نہ حزن وارد ہو سکتا ہے۔ یعنی اول اسی دنیا میں ایک بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ بہشتی زندگی آئندہ بہشتی زندگی کے لئے گویا بطور ایک تمہید کے ہوتی ہے۔ کسقدر تعجب کا مقام ہے کہ اسلام کی تعلیم کی رُو سے تو اس دنیا کی بہشتی زندگی بھی انسان کو اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جبتک وہ اپنے نفسانی جذبات پر قابو نہیں پاتا اور اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری جس میں خدا اس سے راضی ہو اور وہ خدا سے راضی ہو اختیار نہیں کر لیتا۔ اور اسلام کے دشمن کہتے ہیں کہ اسلام ایک ایسے بہشت کی تعلیم دیتا ہے جو نفسانی جذبات کے پورا کرنیکا ذریعہ ہے۔ بہشت کی اُس نہایت مطہر زندگی کو نفسانی زندگی کہنا ان عیسائی صاحبان کا ہی کام ہے جو ہر طرح کے نفسانی جذبات کے متبع ہو کر بھی یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ مسیح کے کفارہ نے انکو گناہ سے نجات دیدی ہے۔

اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلکر بھی وہ بہشت کی سیدھی سڑک پر قدم مار رہے ہیں۔ کیا پادریصاحبان کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ اس مذہب کے خلاف نفسانی بہشت کا اعتراض کیونکر ہو سکتا ہے جو نجات کے لئے ہر قسم کی خواہشات سے پاک ہونیکو ضروری ٹھہراتا ہے اور بغیر گناہ سے نجات کے حقیقی نجات کا اور کوئی راہ ہی نہیں بتاتا۔ کیا مسلمان کبھی یہ خیال کر سکتے ہیں کہ انکا بہشت نفسانی جذبات کے پورا کرنیکا ذریعہ ہے جبکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کی رُو سے نفسانی جذبات کو دُور کرنیکے بغیر وہ اس میں داخل ہی نہیں ہو سکتے؟ پہلا قدم ہی بہشت کی طرف اسوقت اُٹھ سکتا ہے جب انسان تمام نفسانی جذبات سے پاک ہو جائے اور پھر واقعی اس بہشتی زندگی کو حاصل کرنے کے لئے راستبازی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراحل طے کرنے ضروری ہیں۔ پس غور کرلو کہ یہ اعتراض جو اسلام کے خلاف کیا جاتا ہے کس قدر حماقت پر مبنی ہے۔

اگر اسلام حصول جنّت کی بنیاد کسی ایسے عقیدے پر رکھتا جیسے کفارہ جسکی رُو سے ایک غلط کار نفسانی خواہشات میں مبتلا انسان مرتے ہی معاً کفارہ کی طفیل جنّت میں داخل ہو سکتا ہے تو نفسانی بہشت کا اعتراض اسپر صادق آسکتا تھا۔ مگر جس صورتمیں اسلام کی یہ کھلی کھلی تعلیم ہے جس سے کسی عیسائی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ بغیر گناہ سے نجات حاصل کرنیکے کوئی آدمی جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جبتک اس دنیا میں اس کی زندگی بہشتی زندگی نہ ہو موت کے بعد بھی وہ بہشت کا وارث نہیں ہو سکتا۔ تو ایسے جنّت کو نفسانی خواہشات کے پورا کرنیکا ذریعہ بتانا سخت حماقت ہے۔ بہشت کیا ہے اسلام کی تعلیم کے رُو سے یہ وہ مقام ہے جسکا حاصل کرنا انسان کی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد ہے پس اسکی حقیقت تو خود وہ راہ بتاتا ہے جس راہ پر اسلام اس مقصد کے حاصل کرنیکے لئے انسان کو چلانا چاہتا ہے۔ کیونکہ کم از کم اس امر میں تو کسی کو شک نہیں ہو سکتا کہ اسلام ایک اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور طہارت کی راہ پر انسان کو چلاتا ہے بلکہ عیسائیوں کو تو اس سے ایسی ٹھوکر لگی ہے کہ انہوں نے اس پاکیزگی کو ناممکن الحصول سمجھکر اسلام پر اسی بنا پر اعتراض کیا ہے۔ پس کوئی عقلمند انسان یہ نہیں کہیگا کہ اسقدر پاکیزگی پر زور دینے کی غرض ایک ناپاک مقصد تک پہنچانا تھا۔ اس راہ کو دیکھو کہ اسلام انسان کو کسقدر پاک دل بنانا چاہتا ہے اور پھر قیاس کرو کہ اسکی غایت اور غرض کسقدر پاکیزہ ہونی چاہیئے۔ آخر نتیجہ تو انہیں ذرایع سے پیدا ہوتا ہے۔ ہاں اگر اسلام کی وہ تعلیم ہوتی جو عیسائی مذہب کی ہے کہ ایک ایسا انسان جو اس دنیا میں آخر عمر تک نفسانی خواہشات کے پنجہ میں گرفتار رہا ہے وہ بھی مرتے ہی بہشت میں جا سکتا ہے تو یہ شک ہو سکتا تھا کہ شاید

سلامی بہشت بھی نفسانی اغراض کے پورا کرنیکے لئے ہی ہو۔

علاوہ ازیں جب قرآن کریم پر غور کیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکی تعلیم کے رُو سے بہشت کی تمام نعمتیں اسی دنیا کی روحانی ترقیات کا نتیجہ ہیں اور انہی روحانی نعمتوں کا جو اس جگہ عارف کو ملتی ہیں ایک دوسرا نقشہ ہیں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے وبشر الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ان لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھٰذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا ولھم فیھا ازواج مطھرۃ وھم فیھا خالدون۔ یعنی جو لوگ ایمان لانیوالے اور اچھے کام کرنیوالے ہیں جن میں ذرہ فساد نہیں انکو خوشخبری دے کہ وہ اس بہشت کے وارث ہیں جسکے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب وہ اسکے پھلوں کو کھائیں گے کہیں گے یہ وہی پھل ہیں جو پہلی زندگی میں ہمکو دیئے گئے تھے۔ اور (یہ اسلئے ہوگا کہ) انہی پہلی دنیا کی زندگی کے پھلوں کے جو وہ کھا چکے تھے ہمشابہ پھل انکو دیئے جاویں گے اور انکے لئے اس جنّت میں پاک ازواج موجود ہوں گے اور وہ ہمیشہ اسی میں رہ پڑیں گے"۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت کی نعمتیں کس قسم کی ہونگی اور مسلمان انکو کیسا سمجھتے ہیں۔ اگر پہلی زندگی کے پھلوں سے مراد دنیا کے معمولی پھل جو درختوں میں لگتے ہیں لئے جاویں تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی بہشتی کو کوئی ایسا پھل نہ دیا جاویگا جو وہ اس دنیا میں کھا نہ چکا تھا پس ایسا بہشت جس میں صرف وہی چیزیں مل سکتی ہیں جو انسان کو اس زندگی میں بھی میسر آئی تھیں کیونکر باعث کشش ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے راستباز ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے اس دنیا کی زندگی بڑی تنگی سے بسر کی ہوگی اور بہت سی اس دنیا کی نعمتیں انکے حصہ میں نہ آئی ہونگی تو کیا انکو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بہشت میں بھی انکو وہی کچھ.... بلیگا جو یہاں کھانے پینے کے لئے ملتا تھا۔ کیا کبھی کسی مسلمان نے ایسا عقیدہ اپنا بیان کیا ہے۔ مگر آیت صاف طور پر کہتی ہے کہ جب جب انکو بہشت میں کوئی پھل دیا جاویگا وہ کہیں گے یہ پھل تو ہم پہلی زندگی میں بھی کھا چکے ہیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت میں جن پھلوں کا ذکر ہے وہ اس دنیا کی جسمانی نعمتیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اعمال صالحہ کے پھل ہیں جو اس دنیا کے درختوں کے پھلوں سے بالکل الگ ہیں۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضروری ہے کہ انسان روحانی طور پر وہ پھل اسی دنیا میں کھا چکا ہو یعنی آخرت میں بہشت میں داخل ہونیکے لئے ضروری ہے کہ ایک بہشت انسان کو اسی زندگی

میں مل جائے۔ اور آخرت کا بہشت اس زندگی کے بہشت کا ہی ایک نقشہ ہوگا۔ ہاں اس جگہ جو نعمائے صرف روحانی طور پر محسوس ہو سکتی ہیں وہاں وہ کھلے کھلے طور پر ملیں گی۔

قرآن شریف کے دوسرے بہت سے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت میں درختوں اور انہار اور پھلوں کا ذکر مثالی طور پر ہے۔ ورنہ واقعی وہ اس دنیا کی چیزیں نہیں ہونگی۔ کئی جگہ اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ ایک مقام پر قرآن شریف میں نیکیوں کو عمدہ درختوں سے اور بدیوں کو بُرے درختوں سے مشابہت دی گئی ہے۔ دیکھو سورہ ابراہیم آیت ۲۳۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وادخل الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت جنّٰت تجری من تحتھا الانھار۔ اور پھر اسکے ساتھ ہی دوسری آیت میں گویا اسی جنت کی تشریح کرتا ہوا فرماتا ہے۔ الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السمآء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون۔ جنت کا تذکرہ فرما کر ساتھ ہی اس مثال کے بیان کرنے سے یہ مقصود ہے کہ یہ تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ ایمانداروں کے لئے جنت کہاں سے آجائیں گے۔ تو دیکھتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال دی ہے کہ وہ ایمانی کلمہ جو ہر ایک افراط اور تفریط اور نقص سے پاک اور خالی ہے وہ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہو جسکی جڑھ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں وہ اپنے رب کے اذن سے اپنے پھل کو ہمیشہ دیتا ہے (یعنی دنیا کی درختوں کی طرح نہیں کہ کبھی پھل دیا اور کبھی خالی ہیں بلکہ نیک کلمہ کا پھل ہر وقت مومن کو ملتا رہتا ہے) اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ایسی مثالیں اس لئے بیان فرماتا ہے کہ تا وہ نصیحت پکڑیں۔ اور اور پھر اسکے بعد گویا مقابلہ کے طور پر بیان فرماتا ہے کہ نیک کلمہ توحید کے برخلاف پلید کلمہ کفر کا ہے اسکی مثال بھی ایک درخت کی ہے مگر وہ ایسا درخت ہے جو زمین میں سے اکھڑا ہوا ہو یعنی فطرت انسانی اسکو قبول نہیں کرتی اور کسی طور سے وہ قرار نہیں پکڑتا۔ چنانچہ دوسری جگہ دوزخ میں زقوم کی درخت کا ہونا بیان کرکے یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ اسی دنیا کے خبیث کلمات کی مجسم صورتیں ہیں اور اس طرح سے بہشت اور دوزخ دونوں کی جڑھ اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے۔ جیسا ان آیات مذکورہ بالا میں کلمات یعنی ایمان کو درختوں کے ساتھ مشابہت دی ہے ایسا ہی دوسری جگہ نیک کاموں کو چشموں اور نہروں سے مشابہت دی ہے جیساکہ فرمایا ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورا عینا یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا۔ یعنی نیک کام کرنیوالے ایک ایسے پیالے کو پی رہے ہیں جسکی ملونی کافور ہے یعنی جو انکے دل کے خیالات اور

روح کو پاک کرتا ہے۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے خدا کے نیک بندے پیتے ہیں (مگر وہ چشمہ ایسا ہے کہ) خود نیک لوگ اپنے ہاتھوں سے اسے چیرتے ہیں۔ یعنی انہی کے اعمال صالحہ کا چشمہ ہے۔ یہ آیت اسی دنیا کی زندگی کے متعلق ہے۔ جیساکہ اسکے ساتھ کی ہی اگلی آیت سے ظاہر ہے جہاں فرماتا ہے یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔ یعنی وہی ابرار جو کافوری پیالہ پی رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے چشمے چیر رہے ہیں وہ اپنی منتیں بھی پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت سب طرف پھیلی ہوئی ہوگی اور وہ محض اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ پس گویا نیک لوگ اپنے اعمال صالحہ سے اسی دنیا میں اپنے لئے چشمے اور نہریں بناتے ہیں اور یہی چشمے اور نہریں قیامت میں نمایاں رنگ میں ظاہر ہونگی۔ کافوری پیالہ اس واسطے کہا گیا ہے کہ کافور کا لفظ کفر سے مشتق ہے جسکے معنے دبانے اور ڈھانکنے کے ہیں۔ اور مطلب اسکا یہ ہے کہ انکے تمام جذبات دب گئے ہیں اور دنیا کی محبت بالکل ٹھنڈی ہوگئی ہے اسلئے انکو خالص اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔ پس جب انکے جذبات اسی جگہ دب چکے ہونگے اور بالکل نیست و نابود ہو جائیں گے تو یہ کہنا کہ بہشت جذبات نفسانی کے پورا کرنے کے لئے ہے کسقدر حماقت ہے۔

ان تمام آیات سے بداہت ثابت ہے کہ وہ بہشت جسکا وعدہ قرآن شریف دیتا ہے ایک ایسا امر ہے جسکو انسان کے اپنے ہاتھوں نے تیار کیا ہے جہاں ایمان درختوں کی صورت پکڑتا ہے اور اعمال صالحہ نہریں ہوکر اسکو سرسبز اور شاداب رکھتی ہیں۔ اسبات پر قرآن شریف نے بہت زور دیا ہے چنانچہ جہاں جہاں بہشت کا وعدہ دیا ہے قریباً ہر جگہ ہی اس طرز پر بیان کیا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ والوں کو باغ دیئے جائیں گے جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی گویا ایمان کو باغ سے مشابہت دیکر اسکے بالمقابل بیان کیا ہے اور اعمال صالحہ کو نہروں سے مشابہت دیکر انکے بالمقابل بیان کیا ہے۔ جیساکہ اس آیت منقولہ بالا میں بھی وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ان لهم جنّٰت تجري من تحتها الانهٰر ✢ " واضح رہے کہ اسجگہ ایک علمی امر جسکی فلاسفی کے رنگ میں بتلایا گیا ہے جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ

✢ گو یہ اس کل مضمون کی بنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لکچر جلسہ مہوتسو والا ہے۔ مگر بعض جگہ خصوصیت سے عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ منہ

اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے۔ پس جیسا کہ کوئی باغ بغیر پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا ایسا ہی کوئی ایمان بغیر نیک کاموں کے زندہ ایمان نہیں کہلا سکتا۔ اگر ایمان ہو اور اعمال نہ ہوں تو وہ ایمان ہیچ ہے۔ اور اگر اعمال ہوں اور ایمان نہ ہو تو وہ اعمال ریاکاری ہیں اسلامی بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اس دنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظل ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو ملے گی بلکہ انسان کا بہشت انسان کے اندر سے ہی نکلتا ہے اور ہر ایک کا بہشت اسی کا ایمان اور اسی کے اعمال صالحہ ہیں جنکی اسی دنیا میں لذّت شروع ہو جاتی ہے۔ اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے باغ نظر آتے ہیں اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں لیکن عالم آخرت میں یہی باغ کھلے طور پر محسوس ہونگے خدا کی پاک تعلیم ہمیں یہی بتلاتی ہے کہ سچا اور پاک اور مستحکم ایمان جو خدا اور اسکے ارادوں کے متعلق ہو وہ بہشت خوشنما اور بارور درخت ہے اور اعمال صالحہ اس بہشت کی نہریں ہیں۔"

جب یہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام میں اس بہشت کی تعلیم دیگئی ہے جو ہمارے اپنے ہی ایمان اور اعمال صالحہ سے پیدا ہوتا ہے اور جسکا موجود ہونا اس دنیا میں بھی نظر آتا ہے بلکہ مومن اپنے آپ کو اسکے اندر پاتا ہے تو بہشت کی حقیقت کے متعلق جسقدر مشکلات اور اعتراضات ہیں وہ خود بخود ہی رفع ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ نعمائے بہشت کے نام سمجھانے کے لئے وہی رکھے گئے ہیں جو دنیوی نعماء کے نام ہیں مگر وہ دونوں ایک نہیں صرف نامونکا اشتراک ہے۔ اللہ تعالےٰ خود قرآن شریف میں فرماتا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین یعنی جو جو نعمتیں ایک راستباز کے لئے چھپی ہوئی موجود ہیں انکو کوئی بھی نہیں جانتا۔ پس اگر اُن بہشت کی نعمتیں اسی دنیا کی نعمتیں ہی ہوتیں تو یہ بیان صحیح نہ ہوتا کیونکہ دنیا کی نعمتوں کو تو سب لوگ جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نعمتیں الگ رنگ کی ہیں اور انکا قیاس کسی صورت میں ہم دنیا کی نعمتوں پر نہیں کر سکتے۔ اسی آیت کی تشریح ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ بہشت اور اسکی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں اور نہ دلوں میں کبھی گذریں حالانکہ اس دنیا کی نعمتوں کو ہم دیکھتے بھی ہیں سنتے بھی ہیں اور دلوں میں بھی وہ گذرتی ہیں۔ پس جب خدا اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہشت کی نعمتوں کو اِس دنیا کی چیزوں سے نرالا بتاتے ہیں تو جو شخص انکو اسی دنیا کی نعمتوں کے رنگ پر قیاس کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے اور اسکا اعتراض فضول اور بیجا ہے۔

دوسرا امر جو قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ مومنین کے لئے دو بہشتوں کا وعدہ ہے، ایک بہشت اسی دنیا میں اور ایک بہشت آخرت میں۔ اور یہ دونوں بہشت ایک سی حقیقت رکھتی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ جو لذات اس دنیا میں راستبازوں کو روحانی طور پر حاصل ہوتی ہیں آخرت میں وہ کھلی کھلی اور نمایاں رنگ میں ظاہر ہونگی۔ ہم یہ نہیں مانتے کہ جنت کی نعماء کوئی خیالی نعماء ہیں۔ بلکہ وہ حقیقی واقعی نعمتیں ہیں ہاں ہم یہ مانتے ہیں کہ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے وہ اِسی دنیا کی روحانی نعمتوں کی جسمانی صورتیں ہونگی۔ یعنی جو کچھ ہمارے نیک اعمال کے نتائج مخفی طور پر اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں وہ کھلے کھلے اور نمایاں طور پر عالم آخرت میں ظاہر ہونگے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ جب بہشتی بہشت کے پھلوں کو کھائیں گے تو کہیں گے کہ یہی پھل ہم نے پہلے بھی کھائے تھے یعنی روحانی طور پر ہم ان پھلوں کو پہلے بھی کھا چکے ہیں۔ یعنی اعمال صالحہ کے جو پھل مخفی طور پر ہمیں اس دنیا میں دیئے گئے تھے وہی آخرت میں کھلے کھلے دیئے جائیں گے۔ ایسا ہی بہشت اور دوزخ کے فلسفہ کو دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے جس سے اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ وکل انسان الزمنہ طائرہٗ فی عنقہٖ ونخرج لہٗ یوم القیمۃ کتابا یلقٰہ منشورا۔ (بنی اسرائیل) یعنی ہم نے اس دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اسکی گردن سے باندھ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دن ظاہر کردیں گے اور ایک کھلے کھلے اعمالنامہ کی شکل پر دکھادیں گے۔ یہاں قرآن کریم نے اس اصول کو بیان فرمایا ہے کہ جو کوئی عمل انسان کرتا ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اسکا ایک اثر انسان کی روحانی زندگی پر پیدا ہوتا ہے اور اس طرح ساتھ ساتھ ہر ایک انسان کا ایک اعمالنامہ تیار ہوتا رہتا ہے جو ان آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور یہی پوشیدہ اعمالنامہ جو اسکا بہشت یا دوزخ ہے دوسری دنیا میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائیگا۔ اسی اصول کو دوسری جگہ قرآن شریف ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم۔ یعنی اس دن ایمانی نور جو پوشیدہ طور پر مومنوں کو یہاں بھی حاصل ہے کھلے کھلے نور کے رنگ میں انکے آگے اور انکے داہنے ہاتھ پر دوڑتا نظر آئیگا۔ اور اسی دنیا میں نور کا مومنین کو ملنا قرآن شریف کے بہت سے مقامات سے ظاہر ہے جیسا کہ سورہ انعام کی آیت ۱۲۲ سے۔ جہاں فرماتا ہے کہ مومن کو ہم نے اس دنیا میں بھی ایک نور دیا ہے اور کافر ایک تاریکی میں چلتا ہے۔ فرق ان دونوں نوروں کی اصلیت اور حقیقت میں نہیں بلکہ انکے اخفا اور ظہور میں ہے یعنی اس دنیا میں مومن کا نور دوسروں کی آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے، یعنی کھلا کھلا نظر نہیں آتا مگر آخرت میں یہ نور کھلا کھلا نظر آئیگا۔ جیسا کہ آیت منقولہ بالا کے بعد کی آیت سے ظاہر ہے کہ جب منافق مرد اور منافق عورتیں مومن مرد اور مومن عورتوں کے آگے اور ساتھ ساتھ نور دوڑتا ہوا دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہمیں بھی اس نور سے کچھ حصہ دو۔ تو انکو کہا جائیگا کہ پیچھے کو لوٹو اور نور

تلاش کرو۔ (جسکا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ یہ نور تو دنیا کی زندگی سے ساتھ آیا ہے پس تم بھی اپنی پچھلی زندگی کو دیکھو کہ کوئی نور اس میں تمکو ملا تھا) پس منافق اپنے آپ کو تاریکی میں پائیں گے۔ میری غرض یہ ہے کہ مومنوں کا نور قیامت کے دن ایسا بیّن ہوگا کہ منافق بھی دیکھ لیں گے اگرچہ اس دنیا میں انکی جسمانی آنکھیں اس نور کو نہیں دیکھ سکتیں۔ پھر سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس آیت سے اسی مضمون کا اور بھی وضاحت سے ثبوت ملتا ہے۔ مثل الجنة التی وعد المتقون فیھا انھٰر من مآء غیر اٰسن و انھٰر من لبن لم یتغیر طعمہ و انھٰر من خمر لذة للشّٰربین و انھٰر من عسل مصفًّی و لھم فیھا من کل الثمرات و مغفرة من ربھم۔ یعنی وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دیا جائیگا اسکی مثال یہ ہے جیسے ایک باغ ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو کبھی متعفن نہیں ہوتا اور نیز اس میں دودھ کی نہریں ہیں جسکا کبھی مزہ نہیں بدلتا۔ اور نیز اس میں شراب کی نہریں ہیں جو سراسر سرور بخش ہے جس کے ساتھ خمار نہیں۔ اور نیز اس میں اس شہد کی نہریں ہیں جو نہایت صاف ہے جسکے ساتھ کثافت نہیں۔ "اسجگہ صاف طور پر فرما دیا کہ اس بہشت کو مثالی طور پر یوں سمجھ لو کہ ان تمام چیزوں کی اس میں ناپیدا کنار نہریں ہیں وہ زندگی کا پانی جو عارف دنیا میں روحانی طور پر پیتا ہے۔ اس میں ظاہری طور پر موجود ہے۔ اور وہ روحانی دودھ جس سے وہ شیر خوار بچہ کی طرح روحانی طور پر دنیا میں پرورش پاتا ہے۔ بہشت میں ظاہر ظاہر دکھائی دیگا۔ اور وہ خدا کی محبت کی شراب جس سے وہ دنیا میں روحانی طور پر ہمیشہ مست رہتا تھا اب بہشت میں ظاہر ظاہر اسکی نہریں نظر آئیں گی۔ اور وہ حلاوت ایمانی کا شہد جو دنیا میں روحانی طور پر عارف کے مُنہ میں جاتا تھا۔ وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں نہروں کی طرح دکھائی دیگا۔ اور ہر ایک بہشتی اپنے باغوں اور اپنی نہروں کے ساتھ اپنی روحانی حالت کا اندازہ برہنہ کر کے دکھلا دیگا۔"

جنّت کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے دوزخ کی حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کیونکہ جنت اور نار زندگی کی دو ایسی حالتوں کے نقشے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل واقع ہوئے ہیں۔ پس جیسا کہ بہشتی زندگی اسی دنیا سے ہی شروع ہوتی ہے دوزخی زندگی کی ابتدا بھی اسجگہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة یعنی دوزخ وہ آگ ہے جسکا منبع خدا کا غضب ہے اور گناہ سے بھڑکتی ہے اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے۔ یعنی اس دنیا میں وہ دوزخ ایک روحانی عذاب کی صورت میں ہے جسکا استیلا دل پر ہوتا ہے پھر یہی آگ جو اس زندگی کی روحانی آگ ہے بعد الموت ایک کھلے کھلے دوزخ کی صورت اختیار کرے گی۔ پھر جیسا کہ بہشت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک انسان اپنا بہشت اپنے لئے تیار کرتا ہے۔ یعنی اسی کے اعمال صالحہ کا وہ ثمرہ ہوتا ہے اسی طرح دوزخ کے متعلق بھی

فرماتا ہے کہ وہ اسی کے اعمال سیئہ اور دنیا کی محبت اور خدا سے غفلت کا ثمرہ ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے الهکم التکاثر ۰ حتی زرتم المقابر ۰ کلا سوف تعلمون ۰ ثم کلا سوف تعلمون ۰ کلا لو تعلمون علم الیقین ۰ لترون الجحیم ۰ ثم لترونہا عین الیقین ۰ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ یعنی دنیا کی کثرت حرص وہوا نے تمہیں خدا سے غافل کر رکھا ہے یہانتک کہ تم قبروں میں جا پڑتے ہو تم عنقریب جان لوگے پھر تم عنقریب جان لوگے (کہ یہ تمہارا دنیا میں انہماک اور خدا سے غفلت ہی تمہارا دوزخ ہی) اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہوتا تو تم اس دوزخ کو (اسی دنیا میں) دیکھ لیتے پھر وہ وقت تو آئیگا ہی جب تم (مرنیکے بعد) عین الیقین سے اسے دیکھ لوگے۔ پھر اسکے بعد قیامت کا عظیم الشان دن ہوگا جسمیں تمہے نعمتوں کا مواخذہ کیا جائیگا"۔ اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حرص ہوا ہی وہ منبع ہے جس سے اسکے لئے دوزخ تیار کیا جاتا ہے مگر خدا کی طرف سے غافل ہونیکی وجہ سے انسان اس دوزخ کو دیکھ نہیں سکتا جبتک کہ موت اسپر وارد ہو کر اسکو کھلے طور پر نہیں دکھلا دیتی۔ پس اس عالم کا دوزخ اسی دنیا میں پوشیدہ پوشیدہ تیار ہوتا رہتا ہے مگر جبتک انسان کو عین الیقین حاصل نہ ہو وہ دوزخ اس دنیا میں اسے نظر نہیں آتا۔ ایک اور مقام پر قرآن شریف اس عذاب کا ذکر یوں بیان فرماتا ہے۔ وحیل بینهم وبین ما یشتهون۔ یعنی انہیں اور انکی خواہشات میں ایک روک ڈالدی جاویگی۔ (جس سے انکے دل میں ایک جلن پیدا ہوگی)

جیسا کہ بہشت کے متعلق یہ دکھایا گیا ہے کہ اسکی لذات اس دنیا کی روحانی لذات کی جسمانی صورتیں ہیں ایسا ہی دوزخ کے آلام جو بیان فرمائے گئے ہیں وہ اس دنیا کی ناپاکیوں اور ناراستیوں کے روحانی ثمرات ہیں جو وہاں جسمانی رنگ میں ظاہر ہونگے۔ چنانچہ ایک جگہ کفار کے عذاب کے متعلق۔ خدا تعالی فرماتا ہے خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلکوہ۔ یعنی اس جہنمی کو پکڑو اس کی گردن میں طوق ڈالو پھر دوزخ میں اسکو جلاؤ پھر ایسی زنجیر میں جو پیمائش میں ستر گز ہے اسکو داخل کرو۔ ان آیات میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ دنیا کا روحانی عذاب عالم معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہوگا چنانچہ طوق گردن دنیا کی خواہشوں کا جس نے انسان کے سر کو زمین کی طرف جھکا رکھا تھا وہ عالم ثانی میں ظاہری صورت پر نظر آجائیگا۔ اور ایسا ہی دنیا کی گرفتاریوں کی زنجیر پاؤں میں پڑی ہوئی دکھائی دیگی۔ اور دنیا کی خواہشوں کی سوزشوں کی آگ ظاہر ظاہر بھڑکی ہوئی نظر آئیگی۔ فاسق انسان دنیا کی زندگی میں ہوا و ہوس کا ایک جہنم اپنے اندر رکھتا ہے اور ناکامیوں میں اس جہنم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے۔ پس جبکہ اپنی فانی شہوات

دُور ڈالا جائیگا اور ہمیشہ کی ناامیدی طاری ہوگی تو خدا تعالیٰ ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر ظاہر کریگا ..... اور پھر جو فرمایا کہ ستر گز کی زنجیر میں اسکو داخل کر دیہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق بسا اوقات ستر برس کی عمر پالیتا ہے ..... لیکن وہ بدبخت اپنی عمدہ زندگی کے ستر برس دنیا کی گرفتاریوں میں گذارتا ہے اور اس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا۔ خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہی ستر برس جو اسنے گرفتاری دنیا میں گذارے تھے عالم معاد میں ایک زنجیر کیطرح متمثل ہو جائیں گے۔ جو ستر گز کی ہوگی ہر ایک گز بجائے ایک سال کے ہے۔ اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے بندہ پر کوئی مصیبت نہیں ڈالتا۔ بلکہ وہ انسان کے اپنے بُرے کام اسکے آگے رکھدیتا ہے پھر اسی سُنّت کے اظہار میں خدا تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب لا ظلیل ولا یغنی من اللھب۔ یعنی اے بدکار و گمراہو گوشہ سایہ کی طرف چلو جسکی تین شاخیں ہیں جو سایہ کا کام نہیں دے سکتیں اور نہ گرمی سے بچا سکتی ہیں اس آیت میں تین شاخوں سے مراد قوت سبعی اور بہیمی اور وہمی ہے جو لوگ ان تینوں قوتوں کو اخلاقی رنگ میں نہیں لاتے اور انکی تعدیل نہیں کرتے انکی یہ قوتیں قیامت میں اسطرح پر نمودار کی جاویں گی کہ گویا تین شاخیں بغیر پتوں کے کھڑی ہیں اور گرمی سے بچا نہیں سکتیں اور وہ گرمی سے جلیں گے۔،،

یہ امر نہایت ضروری اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہشت اور دوزخ قرآن شریف کے رو سے محض راحت اور دکھ کے لئے دو جگہیں نہیں جنکی غرض کوئی نہ ہو۔ بلکہ بہشت انسان کی غیر متناہی ترقیات کی جگہ ہے اور دوزخ اسکی روحانی بیماریوں کے علاج کی جگہ۔ اس میں شک نہیں کہ انسان ہمیشہ انسان ہی رہیگا اور وہ انسانیت کے دائرے سے نکلکر حقیقی طور پر فرشتہ یا خدا نہیں بن سکتا مگر اسی اپنے دائرے کے اندر جو ترقیات وہ کر سکتا ہے وہ غیر محدود ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بہشتیوں کے متعلق فرماتا ہے۔ والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم و بایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا و اغفر لنا انک علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ (التحریم) ”یعنی جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکھتے ہیں انکا نور قیامت کو انکے آگے اور انکی دہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ اے خدا ہمارے نور کو کمال تک پہنچا۔ اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہمارے نور کو کمال تک پہنچا یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا پھر دوسرا کمال نظر آئیگا۔ اسکو دیکھکر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے۔ پس کمال ثانی کے حصول کے لئے التجا کرینگے۔ اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا انپر ظاہر ہوگا پھر اسکو دیکھکر پہلے کمالات کو ہیچ سمجھیں گے اور اُسکی خواہش کرینگے۔ یہی ترقیات کی خواہش ہے جو اتمم کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے،،

غرض اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائیگا تنزل کبھی نہیں ہوگا۔ اور نہ کبھی بہشت سے نکالے جائیں گے۔ بلکہ ہر روز آگے بڑھیں گے اور نہ پیچھے نہ ہٹیں گے" دوسرے کسی مذہب نے بہشت کی اس حقیقت کو نہیں سمجھا اور اسے غیر متناہی ترقیات انسانی اور حصول کمالات کی جگہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ آریہ سماج کے عقیدے کے رو سے تو بجائے ترقیات کے بہشت تنزل کی جگہ ہے۔ کیونکہ انکے عقیدے کے مطابق جو شخص ہزارہا سال ترقیات کرتا کرتا آخر بہشت تک پہنچیگا وہ چند روز بہشت میں رہ کر پھر واپس اسی دنیا کی طرف بھیجا جائیگا اور از سر نو جونیں بھگتے گا۔ پس انکے نزدیک بہشت ترقی کی جگہ نہیں بلکہ تنزل کی جگہ ہے۔ ایسا ہی عیسائیوں کی کتب مقدسہ کو تلاش کرنیسے کہیں اس فلسفہ کا پتہ نہیں ملتا کہ جنت غیر متناہی ترقیات کی جگہ ہے بلکہ جو کچھ انکی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے وہ صرف اسیقدر ہے کہ بہشت ایک ایسی جگہ سے مشابہ ہے جہاں کھانے پینے کو عمدہ عمدہ چیزیں ملیں اور زندگی بیکاری میں گذرے مگر قرآن شریف نہ صرف آریہ سماج کے عقیدے کو ہی رد کرتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ ماھم منھا بمخرجین یعنی بہشتی کبھی بھی بہشت سے نکالے نہیں جائیں گے (الحجر) اور عطاء غیر مجذوذ (ہود) یعنی جنت خدا کی طرف سے ایسا عطیہ ہے جو کبھی واپس نہیں لیا جائیگا۔ بلکہ عیسائی مذہب کی تعلیم کے نقص کو بھی ظاہر فرماتا ہے اور یہ پُر حکمت فلسفہ بیان کرتا ہے جو دنیا کی کسی کتاب نے بیان نہیں کیا کہ بہشت غیر متناہی ترقیات کی جگہ ہے اور یہ بات آسانی سے سمجھ میں بھی آسکتی ہے کہ انسان کی روح کو باقی رکھنا عبث ہوتا اگر اسکے لئے غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا نہ ہوتا۔ اسمیں شک نہیں کہ بہشت میں پہنچنا بھی ایک کمال کو چاہتا ہے مگر ہم یہ نہیں مان سکتے کہ خدا تعالیٰ کی خدائی میں کمال کی وہی انتہا ہے بلکہ ایک کمال سے بڑھکر دوسرا کمال حاصل ہوتا رہیگا اور یہ ایسا سلسلہ ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

دوزخ بھی ایک رنگ میں انسانی ترقی کا ممد ہے۔ کیونکہ جو لوگ طرح طرح کی بدکاریوں اور خطرناک سیاہ کاریوں اور غفلتوں میں مبتلا ہو کر اپنی روحانی صحت کو بگاڑ چکے ہیں جب تک انکی بیماریوں کا علاج نہ ہولے تب تک وہ اس قابل نہیں ہو سکتے کہ کمالات انسانی کے حصول کے لئے ترقیات کر سکیں انکے لئے دوزخ کا عذاب بطور ایک علاج کے بھی ہوگا جو انکے تمام گندوں کو جلا کر انکو صاف کریگا اور اس قابل بنا دیگا کہ وہ بھی انسانی ترقی کے زینہ پر قدم رکھ لیں۔ اسی لئے دوزخی تدریجاً دوزخ سے نکالے جاویں گے یعنی جسقدر کم یا زیادہ کسی کی بدعملیاں ہیں اور جسقدر کم یا زیادہ علاج اسکے لئے ضروری ہے اسیقدر دوزخ میں رہ کر وہ باہر نکالا جائیگا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن شریف نے

دوزخ میں رہنے کو بھی ایک ایسے زمانہ سے تعبیر کیا ہے جسکا نام ابد رکھا ہے جسکے معنے لاانتہا زمانہ ہیں مگر جیسا کہ ہم خود بھی لاانتہا زمانہ ایک بڑے طویل زمانہ کو کہہ دیتے ہیں ایسا ہی خود لفظ ابد کے معنے عربی میں دہر طویل بھی آئے ہیں یعنی ایک لمبا زمانہ۔ چنانچہ اسی لئے اس قسم کے محاورات عربی زبان میں پائے جاتے ہیں۔ کان ھذا فی آباد الدھر۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ اسپر بہت لمبا زمانہ گذر گیا ہے اور اسی لئے واقعی لاانتہا زمانہ کے لئے ابدالابد اور ابدالآباد کے محاورات کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ ابد کے معنوں میں انتہا کا نہ ہونا لازمی نہیں ہے۔ علاوہ اسکے خود قرآن کریم سے ہمیں یہ شہادت ملتی ہے کہ اس میں بہشتیوں کا ابد اور دوزخیوں کا ابد ایک برابر نہیں رکھے گئے بلکہ سورہ ہود میں بہشت اور دوزخ کے ابد کو بالمقابل بیان کرکے اس فرق کو کھلے کھلے طور پر ظاہر فرما دیا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں۔ فاما الذین شقوا ففی النار لھم فیھا زفیر و شھیق ۝ خلدین فیھا ما دامت السمٰوٰت والارض الا ما شاء ربک ط ان ربک فعال لما یرید ۝ واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خلدین فیھا ما دامت السمٰوٰت والارض الا ما شاء ربک ط عطاء غیر مجذوذ ۝ (ہود - ۱۰۹ - ۱۱۰) جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں انکے لئے چلانا اور دہاڑنا ہوگا رہ پڑے وہاں جبتک زمین و آسمان ہیں مگر جو تمہارا پروردگار چاہے (تو انکو نجات بھی دیدے) بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ بہشت میں ہونگے رہ پڑے اس میں جبتک زمین و آسمان ہیں مگر اگر تمہارا پروردگار چاہے (مگر وہ کسی کو وہاں سے نکالیگا نہیں کیونکہ) بہشت خدا کا ایسا عطیہ ہے جسکا کبھی خاتمہ ہی نہیں ہوگا" اب اسجگہ غور طلب یہ بات ہے کہ پہلے تو یہ کہا کہ دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے مگر ساتھ ہی استثنا لگا دیا کہ تمہارا پروردگار چاہیگا تو انکو نکال بھی دیگا کیونکہ تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے اب اس ترکیب سے صاف ظاہر ہے کہ دوزخیوں کو خدا کسی وقت دوزخ سے باہر نکالدیگا۔ پھر اسکے مقابل پر جو کچھ جنت کے لئے بیان کیا ہے وہ بھی انہی معنوں کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں استثنا کے بیان کرنیکے بعد معًا یہ فرمایا کہ کسی کے دل میں یہ خیال نہ گذرے کہ جنت سے بھی کبھی جنتیوں کو نکالدیا جاویگا کیونکہ جنت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی عطا ہے جو کبھی کاٹی نہیں جاویگی۔ اس تقابل سے صاف ظاہر ہے کہ جنت کی ابد اور نار کی ابد کو خدا تعالیٰ نے برابر نہیں رکھا۔ دوسری آیت میں الا ما شاء ربک کے یہ معنے بھی کئے گئے ہیں "مگر جس کو خدا چاہے سزا دیکر بدیر جنت میں داخل کرے" اس سے بھی انہیں معنوں کی تائید ہوتی ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ یاتی علیٰ جھنم زمان لیس فیھا احد ونسیم الصبا یحرک ابوابھا یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب اس میں کوئی باقی نہ ہوگا اور خدا کی رحمت کی ہوا اسکے دروازوں کو کھٹکھٹاتی ہوگی۔ اسوقت قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ دوزخ جو انسان کے اپنے ہی بداعمال کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کے تمام گندوں اور آلودگیوں کے دور کرنے کا

ذریعہ بنا دیا ہے اور جب وہ پاک ہو جاتا ہے تو پھر وہ ایک بہشت کو پا لیتا ہے جس میں اسکے لئے ترقیات کی راہ کھلی ہے۔ یہ ہے بہشت اور دوزخ کا فلسفہ جو قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی سمجھدار آدمی معقولیت سے اس عجیب فلسفہ پر اعتراض کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ بات تو اسلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایک قطعی اور یقینی شہادت ہے کیونکہ یہ پُر حکمت فلسفہ صرف قرآن کریم میں ہی پایا جاتا ہے اور دنیا کی کسی اور کتاب یا دنیا کے کسی مذہب نے یہ فلسفہ بیان نہیں کیا۔ اسلام ہی ہے جو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ایک شخص کے لئے جنّت اور دوزخ اسکے اپنے اعمال سے تیار ہوتے ہیں۔ اور بہشتی یا دوزخی زندگی اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے۔ اور اسی دنیا کے نیک و بد اعمال کے روحانی اثر عالم آخرت میں ایک جسمانی شکل اختیار کر لیں گے۔ اور جنّت اور دوزخ انسان کی غیر متناہی ترقیات کے لئے اور اسکو تمام گندوں سے صاف کرنیکے لئے دو جگہیں ہیں۔ یہ تمام پُر حکمت باتیں تصریح سے قرآن شریف میں بیان کی گئی ہیں جیسا کہ مینے آیات کے حوالہ سے اوپر ثابت کیا ہے۔ مگر ان میں سے ایک بات بھی کسی دوسری مذہبی کتاب نے بیان نہیں کی خواہ وہ کتاب قرآن کریم سے پہلے کی ہو یا پیچھے کی۔ ہمیں کسی مذہب سے تعصب نہیں ہاں ہم پاک سے پاک۔ سادہ سے سادہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم چاہتے ہیں۔ اور چونکہ ایسی پاک اور پُر حکمت تعلیم ہمیں قرآن کریم کے سوا اور کہیں نہیں ملتی اسلئے ہم اس کتاب پاک کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور صحیح اور بلا آمیزش کلام سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی دوسری کتاب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں خدا کا سچا اور صحیح اور بلا آمیزش کلام ہوں پس جب ہم ایک طرف دعویٰ بھی پاتے ہیں اور اس دعوے کے دلائل بھی کھلے کھلے نظر آتے ہیں۔ اور قرآن شریف کے سوا دنیا کی کسی دوسری کتاب میں نہ یہ دعویٰ ہی پاتے ہیں اور نہ ہی ایسی کوئی دلیل تو کیونکر ہم دوسری کتابوں کو اسکے برابر سمجھ لیں۔ قرآن شریف کی اصولی تعلیموں میں سے جسقدر اعتراض بہشت اور دوزخ پر مخالفین نے کئے ہیں ویسے اور کسی اصولی تعلیم پر نہیں کئے۔ [illegible] انصاف یہ ہے کہ کسی اور کتاب میں جو آسمانی یا الہامی ہونیکا دعویٰ رکھتی ہو ایسی پاک ایسی [illegible] اور ایسی پُر حکمت تعلیم نکالکر دکھائی جاوے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جسطرح اس مضمون میں قرآن شریف کی آیات کے حوالوں سے تمام باتیں ثابت کی گئی ہیں اسی طرح مخالفین بھی اپنی اپنی کُتب مقدسہ میں سے نکال کر دکھا دیں اور ان فقروں کو نقل کریں جن میں بہشت اور دوزخ کے متعلق یہ اعلیٰ تعلیم یا اگر ممکن ہے تو کوئی اس سے بھی اعلیٰ تعلیم ہو۔ ورنہ خود مُنہ سے چند باتیں کہدینا کچھ وقعت نہیں رکھتا بلکہ اس صورت میں یہی سمجھا جاویگا کہ اسلام کی تعلیم کو چُرا کر ہی مخالفین نے فائدہ اُٹھانا چاہا ہے۔ الزام دیدینا تو آسان ہے جیسا کہ پادری سیل صاحب نے اہل اسلام پر یہ الزام دیا ہے کہ اصل تعلیم قرآن شریف کے رو سے جو بہشت اور دوزخ کی حقیقت ہے اسکو چھوڑ کر اب اہل اسلام مغربی تعلیم اور عیسائی مذہب کے اثر سے الفاظ

کی تاویلیں کرنے لگے ہیں مگر بات تو یہ ہے کہ دعوے کے ساتھ کچھ ثبوت بھی دیا جاوے۔ ہم نے تو قرآن شریف کی آیات کو پیش کر کے بہشت اور دوزخ کی اصل حقیقت کو بیان کیا ہے۔ اب پادری صاحب بھی بائبل کی آیات کو پیش کر کے دکھاویں کہ عیسائی مذہب کی تعلیم بہشت اور دوزخ کے متعلق کیا ہے۔ اور کونسا فلسفہ بائبل نے بیان کیا ہے بلکہ چاروں اناجیل میں سے حضرت مسیح کے اپنے الفاظ نقل کریں کہ اسنے بہشت اور دوزخ کے متعلق کون کونسی پُرحکمت باتیں بیان کی ہیں۔ اگر پادری صاحب یہ طریق اختیار کریں تو میں سمجھونگا کہ انکا حملہ اسلام پر نیک نیتی سے تھا کیونکہ انکو انجیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی پُرحکمت تعلیم بہشت اور دوزخ کی دیگئی تھی اور انکو اپنی ناواقفیت سے یا کم فہمی سے یہ تعلیم قرآن شریف میں نہ ملی اسواسطے انہوں نے اعتراض کر دیا۔ مگر میں ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ توریت اور انجیل سے اور نہ ہی دنیا کی اور کسی کتاب سے ایک لفظ بھی ایسا نکالکر دکھایا جا سکتا ہے جو قرآن شریف سے اعلیٰ تو ایک طرف رہا اسکے برابر پُرحکمت فلسفہ بہشت اور دوزخ کا بھی بیان کرتا ہو۔

مگر پادری صاحبان کو چونکہ غرض حق طلبی سے نہیں بلکہ انہیں کچھ نہ کچھ بہانہ اعتراض کے لئے درکار ہے اسلئے جب وہ ایسی اعلیٰ درجہ کی پُرحکمت تعلیم بہشت اور دوزخ کے متعلق اپنی کتب سے نکالکر نہیں دکھا سکتے تو پھر اعتراض کر دیتے ہیں کہ اس میں حوروں کا ذکر ہے جنکے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی خوبصورت ہونگی۔ گویا کہ عیسائیوں کو دنیا کی تمام قوموں سے بڑھکر خوبصورت عورتوں سے نفرت ہے اور وہ گوارا ہی نہیں کر سکتے کہ ایک کمال کو پہنچی ہوئی انسانی سوسائٹی میں خوبصورت عورتیں بھی ہوں۔ اعتراض اور اسکے جواب کو الگ چھوڑ کر میں پوچھتا ہوں کہ اس منافقت کے کیا معنے کہ بہشت میں خوبصورت عورتوں کے موجود ہونے پر اعتراض اور اسوجہ سے اس مطہر مقام کو شہوانی قرار دینا مگر آپ دنیا ت اسبات کے خواہاں ہیں کہ اعلیٰ درجہ کی خوبصورت عورتوں میں جو نہایت فاخرہ لباس پہنے ہوئے اور ہر طرح سے زینت کئے ہوئے ہوں جس قدر وقت گذر جائے غنیمت ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ بڑے سے بڑا پادری جسکو امتیاز ہونیکا دعویٰ ہے اور جو روح القدس کے سوا کوئی کام ہی نہیں کرتا جب بال (ناچ کی مجلس) میں شریک ہوتا ہے تو اپنی عورت کو چھوڑ کر دوسرے کی خوبصورت نوجوان عورت پر ہاتھ ڈالتا ہے کہ اسکے ساتھ رقص کرنے سے حظ اٹھائے۔ کیا یہ پادری صاحبان کے نزدیک شہوانی جذبات اور نفسانی خواہشات کا محرک نہیں؟ اب میں اصل اعتراض کی طرف آتا ہوں۔ بیشک قرآن شریف جہاں بہشت کے دوسرے نعماء کا ذکر کرتا ہے وہاں حوروں یعنی خوبصورت عورتوں کے ہونیکا ذکر بھی کرتا ہے مگر میں قرآن شریف سے ہی یہ بھی ثابت کرونگا کہ بہشت کی کسی نعمت کو اس دنیا کی چیز سمجھ لینا سخت غلطی ہے۔ بہشت کی تمام نعماء خواہ وہ حور اور قصور ہیں اور خواہ نہریں اور ثمرات۔ انسان کے اپنے اعمال صالحہ کا نیک ثمرہ ہیں مگر یہ کہ

کی اصل حقیقت کیا ہوگی وہیں جاکر معلوم ہوگا ہاں قرآن شریف کے رُو سے اس دنیا کی چیزوں پر انکو قیاس نہیں کرسکتے۔ علاوہ ازیں خود مومنہ عورتیں بھی تمام نقصوں سے بری ہوکر جنّت میں موجود ہونگی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے هم وازواجهم في ظلل على الارائك متكئون - لهم فيها فاكهة ولهم ما يدعون (یٰس) - الغرض جنّت کے متعلق جو کچھ قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے وہ ایک اعلیٰ درجہ کی خوشحال سوسائٹی کے حال کے منافی نہیں۔ اور جب اسبات کو مدنظر رکھ لیا جاوے کہ نعیم جنّت میں اس دنیا کی کوئی چیز نہیں تو کوئی اعتراض پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور پھر اسلامی عقیدے کی رو سے جنّت کی سب نعمتوں میں بڑی نعمت جس سے مومن کو سب سے اعلیٰ درجہ کی راحت نصیب ہوگی دیدار آلٰہی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ دعوٰهم فيها سبحٰنك اللّٰهم وتحيتهم فيها سلٰم۔ وآخر دعوٰهم ان الحمد لله رب العٰلمين (یونس) یعنی انکی پکار بہشت میں یہی ہوگی کہ اے ہمارے محبوب و معبود و مقصود تیری ذات پاک ہے۔ اور انکی دعائے خیر باہمی سلام ہوگی۔ اور آخری پکار انکی یہ ہوگی کہ سب تعریف خدا کو ہی سزاوار ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ بہشت میں مومنین کے تمام افعال و اقوال ایسے ہونگے جنسے تسبیح اور حمد آلٰہی ہو اور یہی اُن کی ترقی مدارج کا ذریعہ ہوگا۔ اب جنّت کی نعماء اور اس دنیا کی نعمتوں میں علاوہ اس فرق کے جو اوپر ظاہر کیا گیا ایک دوسرا فرق ظاہر یہ ہے کہ اس دنیا کی نعمتیں بسا اوقات انسان کی روحانی ترقی میں سدراہ ہو جاتی ہیں مگر جنّت کی نعمتیں ایسی نہ ہونگی۔ یہاں اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ دوست بی بی اور بچوں کی محبت نے خدا کی محبت کی آگ کو سرد کر دیا ہوا ہے مگر وہاں کی نعمتیں خدا کی محبت اور اسکے پاک تعلق کو ہر وقت بڑھانیوالی ہونگی۔ اور یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ اسکی نظیر ہم اس دنیا میں بھی راستبازوں کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ بھی اس دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہوتے ہیں مگر یہ چیزیں انکے قدم کو خدا کی راہ میں سست نہیں کرسکتیں۔ یہ محض سمجھانے کے لئے میں نے لکھا ہے ورنہ جنت کی نعمتوں کا قیاس اسپر نہیں کرسکتے بلکہ انہیں کوئی اور ہی ایسا کامل رنگ ظہور پذیر ہوگا کہ وہ سب لذّات موجب ترقی ہونگی۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ سے تعلق جنّت میں انسان کی خوشی کا بڑا سرچشمہ ہوگا۔ ایسا ہی باہمی تعلقات بھی جنتیوں کے وہ اعلیٰ درجہ کے تعلقات ہونگے جو ہر قسم کے گند سے پاک ہونگے ان تعلقات کو سلام سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ہر قسم کے کھوٹ اور آلائش اور نفسانیت اور ہر ایک عیب سے پاک تعلقات۔ پھر نعمائے بہشت کے متعلق فرمایا۔ لا يسمعون فيها لغوا ولا تاثيما الا قيلا سلٰما سلٰما (واقعہ) نہیں وہ کوئی لغویات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات صرف ایک ہی آواز سلام سلام کی ہر طرف سے آرہی ہوگی۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ہی دلیل تمام اعتراضات کو دُور کرنیکے لئے کافی ہے کہ بہشت کی تمام نعمتوں کی اصل غرض یہی ہے کہ انکا قرب اللہ تعالیٰ سے بڑھے۔ جنّت کی سب سے بڑی نعمت رضائے الٰہی کا حاصل کرنا بیان کی گئی ہے وعد اللّٰہ المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ومسٰکن طیبۃ فی جنّٰت عدنٍ ورضوان من اللّٰہ اکبر ذٰلک ھو الفوز العظیم (توبہ)۔ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے بہشت کے باغوں کا وعدہ کیا ہے جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی وہ انمیں ہمیشہ رہیں گے اور پاک اور ستھرے مکانوں کا وعدہ کیا ہے جو دائمی جنت میں ہونگے اور ان سب نعمتوں سے بڑھکر خدا کی خوشنودی ہوگی۔ یہی اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔ پس جس صورت میں اصل مقصد اور غرض و غایت تمام نعمائے جنت کی رضائے الٰہی کا حاصل کرنا ہے تو باقی تمام نعما اور لذّات اسی مقصد تک پہنچانیوالی ہوئیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ پھر قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین (سجدہ) یعنی جنت کی نعمتوں کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ پس ایک طرف ہم ان نعمتوں کا قیاس اِس دنیا کی نعمتوں پر نہیں کرسکتے دوسری طرف ان نعمتوں کی غرض حصول رضائے الٰہی بتائی جاتی ہے۔ تو پھر اعتراض ہو ہی کیونکر سکتا ہے۔ کیونکہ بنائے اعتراض سوائے اسکے کچھ نہیں کہ جس صورت میں جنت کی نعمتوں کے نام اس دنیا کی نعمتوں کے ہیں تو ضرور ہے کہ ان لذّات کا حصول بھی اسی قسم کا ہو جیسا اس دنیا میں ہوتا ہے اور پھر انکے نتائج بھی وہی ہوں اور جسطرح یہاں اکثر نفوس میں دنیا کی نعمتیں خدا سے ایک غفلت پیدا کرتی ہیں وہاں بھی کریں مگر قرآن شریف فرماتا ہے کہ نام کے اشتراک کے سوا اور جنت کی نعمتوں کا کوئی تعلّق اس دنیا کی نعمتوں سے نہیں۔ نہ وہ یہاں کی چیزیں ہیں نہ انسے وہ کثافت اور نتائج ہی پیدا ہوتے ہیں بلکہ برعکس اسکے محبت اور معرفت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ اور وہ تمام حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہیں۔

جیسا کہ بہشت میں حور و قصور کے ہونے پر اعتراض کیا جاتا ہے ایسا ہی دوزخ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں سخت دردناک عذاب کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ سب سے زیادہ تعجب تو اعتراض کرنیوالوں پر ہے جنکی انجیل میں ایک یا دو دفعہ نہیں بلکہ سات دفعہ دوزخ کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس خطرناک آگ میں ہمیشہ کا رونا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا دیکھو متی ۸/۱۲ و ۱۳/۴۲ و ۱۳/۵۰ و ۲۲/۱۳ و ۲۴/۵۱ و ۲۵/۳۰ و لوقا ۱۳/۲۸۔ قرآن کریم کی رو سے جیسا کہ مَیں بیان کرچکا ہوں آدمی کی اپنی ہی بدکاریاں اسکا دوزخ ہوجاتی ہیں۔ پس جیسی کسی کی بدکاریاں خطرناک ہونگی ایسا ہی اسکا دوزخ بھی خطرناک ہوگا۔ تمام گنہگاروں کو ایک سا ہی عذاب دوزخ کا نہ ہوگا بلکہ ہر ایک کو اپنے کئے کے مطابق سزا ملیگی کم درجہ کے گنہگار کو کم اور خطرناک بدکار کو دردناک عذاب دیا جاویگا۔ قرآن شریف فرماتا ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلھا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ - (الانعام) - یعنی نیکی والے کو تو اللہ تعالیٰ اپنے رحم اور فضل سے دس گنا نیک اجر دے گا لیکن جو شخص بدی کرتا ہے اسکی سزا اسی بدی کے مثل ہوگی اور ذرہ بھی ظلم اپر نہیں کیا جاویگا یعنی جزا و سزا مطابق اعمال کے ہوگی اس میں کمی بیشی نہ ہوگی۔ پس اگر دوزخ میں دردناک عذاب کا ہونا بیان کیا گیا ہے تو کیا دنیا میں خطرناک سیاہ کاریاں کرنیوالے مجرم نہیں جنکے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر کیوں انکی خطرناک سیاہ کاریاں انکے لئے نہایت دردناک عذاب پیدا نہ کریں گی۔ دور جانیکی ضرورت نہیں مفصلہ ذیل کہانی کیسا کے اعلیٰ درجہ کے عہدیداروں کی پڑھکر پادری صاحب بتا دیں کہ کیا قرآن شریف میں دوزخ کا عذاب اس سے زیادہ دردناک بیان کیا گیا ہے جو اس قسم کے خبیث اور شیطانی افعال کے لئے ہونا چاہیئے۔ یہ قصہ اس "مقدس مذہبی عدالت" کے متعلق ہے جو ہسپانیہ سے مسلمانوں کو خارج کرنیکے بعد وہاں قائم ہوئی۔ اس غیر محدود اختیارات والی عدالت کے تین افسر تھے اور انہیں کی شرمناک اور وحشیوں سے بھی بدتر کاروائیوں کی ایک جھلک اسمیں نظر آتی ہے۔ یہ قصہ عیسائیوں کی اپنی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ اسکے بیان کرنیوالی ایک نوجوان عورت ہے جس نے اس "مقدس مذہبی عدالت" کے پنجے سے ساٹھ ایسی ہی نوجوان خوبصورت عورتوں کے ساتھ اسوقت رہائی پائی جب فرانسیسی فوج کو خدا نے رحم کرکے انپر مسلط کر دیا۔ وہ کہتی ہے کہ میں پندرہ برس کی لڑکی تھی ایک عمدہ گھرانے کی جب ایک معزز امیر لیڈی کے گھر میں اسکی ملاقات کرتے وقت میں نے وہاں ڈان فرانسسکو کو دیکھا جو "مذہبی عدالت" کا دوسرا جج تھا۔ دیکھتے ہی اسکی نیت بدل گئی۔ اور جب رات ہوئی تو اپنے افسران پولیس کو میری گرفتاری کے لئے بھیجدیا۔ اس عدالت کا نام ہی ایسا ہولناک تھا اور اسقدر ذلت سے اسکے احکام کی فرمانبرداری کی جاتی تھی کہ رات کے وقت "مقدس مذہبی عدالت" کا نام سنتے ہی میرے باپ نے بغیر چون و چرا کے مجھے انکے حوالے کیا۔ انہوں نے پکڑ کر مجھکو گاڑی میں ساتھ بٹھا لیا اور میں دہشت زدہ بت کی طرح بیٹھی تھی کہ بس جاتے ہی میرا کام تمام ہو جائیگا مگر مجھے کسقدر حیرت ہوئی جب میں نے دیکھا کہ مجھے انہوں نے ایک ایسی کمرے میں رکھا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عیاشی کے سامانوں سے مہیا ہے۔ دوسرے دن تک مجھے کچھ پتہ نہ لگا کہ مجھ کس غرض کے لئے یہاں لائے ہیں جب شام ہوئی تو فرانسسکو آیا اور بڑے ادب سے سلام کرکے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ تا تمہیں معلوم ہو کہ مجھے تمہارے خاندان کی کسقدر عزت منظور ہے اور پھر کہا کہ تمپر مذہبی الزام تمہارے ایک عاشق نے لگائے ہیں اور انکے لئے "مقدس مذہبی عدالت" نے تمہاری نسبت یہ حکم دیا ہے کہ ایک خشک کڑاہی میں تمکو رکھکر اسکے نیچے آہستہ آہستہ آگ جلائی جاوے اور اسطرح پر ایذا دیکر تمکو مار ڈالا جاوے مگر مجھے چونکہ تمپر رحم آیا اور میں تمہارے خاندان کی بھی عزت کرتا ہوں اسلئے میں نے اس حکم کو ابھی روک دیا ہے مگر اب یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ تم ایسی طرز اختیار کرو جس سے یہ حکم ہمیشہ کے لئے رکا رہے یہ کہکر وہ چلا گیا اور میں نے رات

اپنے ننگ و ناموس کے خیال سے روتے ہوئے گذاری۔ صبح ہوئی تو میری خادمہ نے (جو دراصل اس خبیث ظالم کی دلالہ تھی) مجھے کہا کہ چلو میں تمہیں دکھاؤں کہ خشک کڑاہی میں جلانیسے کیا مراد ہے۔ اسنے ایک بڑا کمرہ کھولا جس میں ایک بڑا چولھا تھا جس میں تھوڑی تھوڑی آگ جل رہی تھی اور اسکے اوپر پینل کی ایک بڑی کڑاہی رکھی ہوئی تھی۔ جسپر ایک ڈھکنا تھا اور اسکے ساتھ ایک تالا لگا ہوا تھا۔ پھر ایک دوسرا کمرہ اسنے مجھے دکھایا جس میں ایک بڑا چکر تھا اور اسکے دونوں طرف موٹے تختے لگے ہوئے تھے پھر اسنے ایک چھوٹا سا دریچہ کھولا تو مینے دیکھا کہ اس چکر میں نہایت تیز نشتر سے جا بجا لگے ہوئے تھے۔ اسکے بعد مجھے اسنے ایک بڑا گڑھا دکھایا جو تمام زہریلے جانوروں سے بھرا ہوا تھا۔ جب میں ان نظاروں کو دیکھکر سخت دہشت زدہ ہوئی تو اس نے کہا اب میں تمہیں بتاتی ہوں کہ یہ چیزیں کس کام آتی ہیں۔ کڑاہی مرتدوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کیلئے جو "مقدس باپ" کی مرضی اور خوشی کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ زندہ اس میں رکھ دیئے جاتے ہیں اور اوپر سے ڈھکنا دیکر تالا لگا دیا جاتا ہے پھر نیچے آہستہ آہستہ آنچ جلائی جاتی ہے یہانتک کہ جسم خاکستر ہوجاتا ہے۔ چکر ان لوگوں کے لئے ہے جو پوپ کے یا "مذہبی عدالت" کے "مقدس باپوں" کے خلاف کچھ کہتے ہیں۔ انکو دریچہ کھولکر اندر ڈالدیا جاتا ہے۔ اور جو لوگ بتوں کو برا کہتے ہیں یا "مقدس لوگوں" یعنی کلیسیا کے عہدہ داروں کا ادب نہیں کرتے وہ گڑھے میں ڈالے جاتے ہیں جہاں زہریلے جانور انکو ڈس ڈس کر ہلاک کرتے ہیں۔ پھر میں اپنے کمرے میں واپس چلی گئی اور اس خادمہ نے کہا کہ پھر کسی دن میں تمکو اس سے بھی ہولناک نظارے موت کے دکھاؤنگی مگر مینے کہا کہ مجھے ان چیزوں کے دیکھنے کی برداشت نہیں۔ تب اس نے کہا کہ دیکھو فرانسسکو جو کچھ کہے اسیطرح کرنا کیونکہ اگر تم نے اسکے حکم کے ماننے سے ذرہ بھی انکار کیا تو اسی کڑاہی میں ڈالکر جلائی جاؤگی۔ دوسری صبح اس خادمہ نے آکر کہا کہ اب میں تمہیں عمدہ سے عمدہ پوشاک پہنا کر اور زینت کرکے فرانسسکو کے پاس لے جاؤں گی۔ چنانچہ اسنے اسی طرح کیا اور جب میں اسکے کمرے میں پہنچی تو وہ ابھی بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے خادمہ کو چلے جانیکا حکم دیا اور اسکے بعد جو کچھ چاہا کیا اور مینے ایک مبہوت کی طرح اپنی جان بچانیکے لئے اسکے حکموں کو مانا۔ اس سیاہ کاری کا اعادہ تین دن تک وہ کرتا رہا اور روز مجھے عمدہ سے عمدہ لباس پہنایا جاتا۔ اسی اثنا میں مجھے ایک باغ دکھایا گیا جس میں بارہ اور میری طرح ہی خوبصورت نوجوان لیڈیاں فاخرہ لباس پہنے ہوئے موجود تھیں مگر مجھے ابھی تک علم نہ تھا کہ وہ وہاں کس غرض کے لئے ہیں جب چوتھا دن ہوا تو رنگ بدل گیا اور بجائے اس عیاشی کے محل اور باغ کے مجھے وہ خادمہ ایک تنگ اور تاریک کوٹھڑی میں جو آٹھ فٹ سے زیادہ نہ تھی لے گئی۔ جہاں ایک عورت آگے قیدی تھی۔ اور مجھے کہا کہ اب یہ تمکو جگہ [illegible] یہاں اس عورت نے جو پہلے موجود تھی مجھے سنایا کہ وہ تمام نوجوان عورتیں جو مینے باغ میں دیکھی

تھیں وہ میری طرح ان ظالموں کے وحشیانہ جذبات کا شکار تھیں۔ پھر اس نے سارے قصہ کو یوں بیان کیا۔ ہمیں یہ سخت حکم ہے کہ جب کبھی کوئی نئی نوجوان لیڈی یہاں پکڑکر لائی جائے تو تین دن تک بہت اظہار خوشی کریں اور ہنسی اور کھیل میں دن گذاریں جیسا کہ ہم نے تمہارے آنے پر کیا اور جیسا تم دوسروں کے آنے پر کروگی۔ مگر اسکے بعد ہم سخت ذلت کی حالت میں قیدیوں کی طرح رکھی جاتی ہیں۔ اور سوائے خادمہ کے اور کسی شخص کو کبھی دیکھتی بھی نہیں۔ تین دن ہفتہ میں ہم ملکر بڑے کمرے میں کھانا کھاتی ہیں اور ان "مقدس افسروں" میں سے جب کسی کا ارادہ ہمارے ساتھ زنا کرنے کا ہوتا ہے تو خادمہ آکر اسے بلالے جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خادمہ ہمارے کمروں کے دروازے کھلے چھوڑ جاتی ہے۔ اور یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ ان میں سے رات کو کوئی سیاہ کاری کے لئے آئے گا۔ اگر ہم میں سے کوئی حاملہ ہوجائے تو وہ ایک الگ کمرے میں نکال دی جاتی ہے اور بچہ جب پیدا ہوجائے تو اس کو کہیں لے جاتے ہیں جس کا ہم کو کچھ علم نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کبھی ہم اسکے متعلق کچھ بھی آئندہ سنتے ہیں۔ میں اس ذلت کے گھر میں چھ سال سے ہوں اور چودہ برس کی تھی جب پہلے مجھے یہاں پکڑکر لائے۔ اس اثنا میں میرے ایک بچہ ہوا۔ اسوقت یہاں باون عورتیں ایسی موجود ہیں۔ مگر انہیں سے ہر سال چھ یا آٹھ گم ہوجاتی ہیں اگرچہ ہمکو کچھ پتہ نہیں ملتا کہ وہ کہاں جاتی ہیں مگر اس سے ہماری تعداد میں کمی نہیں آتی کیونکہ ہمیشہ اور گرفتار ہوکر آتی رہتی ہیں۔ ایک دفعہ ستر تک تعداد پہنچ گئی تھی۔ ہمیشہ یہ سوچ سوچ کر ہماری جان ایک عذاب میں رہتی ہے کہ جب کوئی ان "مقدس بابوں" میں سے (جو تین آدمی ہیں) ہم میں سے کسی سے سیر ہوجاتا ہے تو اسکو مار ڈالا جاتا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ زندہ اسکو یہاں سے باہر نکالدیں جس سے انکی بدکاریاں بیرونی دنیا پر ظاہر ہوسکتی ہیں۔ ہم سے زیادہ بدبخت روئے زمین پر کون ہے کہ جان بچانے کی خاطر ہم اس ذلت اور سیاہ کاری کو قبول کرتی ہیں مگر ہماری جان بھی آخر نہیں بچتی۔

اس قصہ کو پڑھکر پادری سیل صاحب بتادیں کہ کیا دوزخ کے وہ دردناک عذاب جو قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں ایسے خبیث اور پلید شیطانوں کے لئے جو انسانوں کی شکل رکھتے اور مقدس باپ کہلاتے ہیں۔ انکے نزدیک زیادہ سخت ہیں؟

وصیّت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ✣

اَلحمدُ للہ رب العٰلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمدٍ وّآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔
امابعد چونکہ خدائے عزّوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبردی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارہ میں اسکی وحی اسقدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا اسلئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور اُن تمام لوگوں کے لئے جو میرے کلام سے فائدہ اُٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں۔ سو پہلے مَیں اس مقدس وحی سے اطلاع دیتا ہوں جس نے مجھے میری موت کی خبر دیکر میرے لئے یہ تحریک پیدا کی اور وہ یہ ہے۔ جو عربی زبان میں ہوئی اور بعد میں اُردو کی وحی بھی لکھی جائے گی۔ قرب اجلك المُقدّر ولا نُبقي لك من المخزیات ذکرًا۔ قلّ میعاد ربّك ولا نبقي لك من المخزیات شیئًا۔ واما نرینّك بعض الذی نعدھم او نتوفینّك۔ تموت وانا راضٍ منك ص [ثم جاء وقتك ونبقی لك الآیات باھرات] جاء وقتك ونُبقي لك الاٰیات بینات قرب ماتوعدون۔ واما بنعمتِ ربك فحدّث۔ انّہ من یتّق اللہ ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ (ترجمہ) تیری اجل قریب آگئی ہے اور ہم تیرے متعلّق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑیں گے جنکا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررّہ تھوڑی رہ گئی ہے اور ہم ایسے تمام اعتراض دُور اور دفع کر دیں گے اور کچھ انمیں سے باقی نہیں رکھیں گے جنکے بیان سے تیری رسوائی مطلوب ہو۔ اور ہم اِس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ مخالفوں کی نسبت ہماری پیشگوئیاں ہیں انہیں سے تجھے کچھ دکھادیں یا تجھے وفات دیدیں تو اُسحالت میں فوت ہوگا جو میں تجھسے راضی ہونگا۔ اور ہم کھُلے کھُلے نشان تیری تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھیں گے جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے۔ اپنے ربّ کی نعمت کا جو تیری پر ہوئی لوگوں کے پاس بیان کر۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو خدا ایسی نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اسجگہ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسوائی اور ہتک عزت کا موجب ہوں اس فقرہ کے دو معنے ہیں (۱) اوّل یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنیکی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دُور کر دینگے اور اُن اعتراضات کا نام و نشان نہ رہیگا۔ (۲) دوسرے یہ کہ ایسے شکایت کرنیوالوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بد ذکر سے باز نہیں آتے دنیا سے اُٹھالیں گے اور صفحہ ہستی سے معدوم کر دینگے تب اُنکے نابود ہونیکی وجہ سے اُنکے بیہودہ اعتراض بھی نابود ہو جائینگے۔ پھر بعد اِسکے خدا تعالےٰ نے میری وفات کی نسبت اُردو زبان میں مندرجہ ذیل کلام کے ساتھ مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اداسی چھا جائیگی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا یہ ہوگا۔ بعد اِسکے تمہارا واقعہ ہوگا تمام حوادث اور

✣ اس وصیت کا ایک ضمیمہ جو ضروری امور پر مشتمل ہے الگ شائع ہوگا۔

عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔

حوادث کے بارہ میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہونگے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائینگے خدا اُنپر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہو۔ لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کرلیں گے اور اُن راہوں کو اختیار کرینگے جو خدا کو پسند ہیں اُنکو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے مَیں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکو کاروں سے الگ کئے جائیں اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دیگا*۔ مَیں تجھے اسقدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔

اور آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا مجھے خبر دی اور فرمایا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی اسلئے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے۔ لیکن راستباز اس سے امن میں ہیں سو راستباز بنو! اور تقویٰ اختیار کرو! تا بچ جاؤ۔ آج خدا سے ڈرو تا اُس دن کے ڈر سے امن میں رہو۔ ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے۔ لیکن خدا سے ڈرنیوالے بچائے جائیں گے۔ خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہونگے اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی کچھ تو انمیں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائینگی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئینگی۔ اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔

یہ خدا تعالیٰ کی سُنت ہے اور جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سُنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُنکو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی یعنی خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اُسکے نبی غالب رہیں گے۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اسکا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُنکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُسکی تخم ریزی اُنہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اُسکی پوری تکمیل اُنکے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے

---

* اگر دنیا کی آنکھ کھلتی تو وہ دیکھتی کہ مَیں صدی کے سر پر ظاہر ہوا اور چہارم حصہ کے قریب اب تک چودھویں صدی بھی گذر گئی اور احادیث کے مطابق عین میرے دعوے کے وقت رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن اور سورج گرہن بھی ہوا اور طاعون بھی ملک میں ظاہر ہوئی اور زلزلے بھی آئے اور آئیں گے مگر افسوس اُن پر جنہوں نے دنیا سے پیار کیا انہوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ منہ

وقت ہیں اُن کی وفات دیگر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جنکے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسیقدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقتمیں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی۔ اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُنکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مُرتد ہونیکی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقتمیں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مُرتد ہو گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اُس وعدہ کو پُورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم انکے پَیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقتمیں ہوا جبکہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اِس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں اُنکے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اِس بیوقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتربتر ہو گئے اور ایک اُنمیں سے مُرتد بھی ہو گیا۔

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب مُمکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اسلئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُسکا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں لیکن مَیں جب جاؤنگا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے

بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اِس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا" سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اسکے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائیگا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھادے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی۔

اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں✠ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے... اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد ملکر کام کرو۔

اور چاہیئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اُس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے

✠ ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کیلئے نمونہ بناوے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مَیں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اُس کے ذریعہ سے حق ترقی کریگا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے سو اُن دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُس کے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا ابھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔ منہ

خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اُس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کریگا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیگا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اُس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھالو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ”تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے۔“ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اُس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کریگا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے اور اُن دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں۔ اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائیگی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اُس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر

اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانیکا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اُس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پُورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنیوالے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوٰی بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کریگا اور بدبختی اُسکو جہنم تک پہنچائیگی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔ اور اُنپر مصائب کے زلزلے آئینگے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُنسے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیگی وہ آخر فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے اُنپر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اُس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

اے سُننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا یہ خیال خام ہے کہ اِس زمانہ میں وہ سُنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سُنتا ہے اور بولتا بھی ہے اُس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جسکا کوئی بیٹا نہیں اور جسکی کوئی بیوی نہیں وہ وہی بے مثل ہے جسکا کوئی ثانی نہیں اور جسکی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جسکا کوئی ہمتا نہیں جسکا کوئی ہم صفات نہیں اور جسکی کوئی طاقت کم نہیں وہ قریب ہے باوجود دُور ہونیکے۔ اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اُسکے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے اور وہ سب سے اوپر ہے مگر

نہیں کہہ سکتے کہ اُس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا۔ اور جامع ہے تمام طاقتوں کا۔ اور مبدء ہے تمام فیضوں کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک شے کا۔ اور مالک ہے ہر ایک مُلک کا۔ اور متّصف ہے ہر ایک کمال سے اور مُنزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضُعف سے۔ اور مخصوص ہے اِس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اُسی کی عبادت کریں اور اُس کے آگے کوئی بات بھی اَن ہونی نہیں اور تمام روح اور اُنکی طاقتیں اور تمام ذرّات اور اُنکی طاقتیں اُسی کی پیدائش ہیں۔ اُسکے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اُس کو اُسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں اُنکو دکھلاتا ہے اِسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اُسی سے اُس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے۔ اور سُنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے۔ اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اُسکا کام ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے پس اِسی طرح اُس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے جو اُسکی قدرتوں کا انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اُس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر اُن امور کے جو اُس کی شان کے مخالف ہیں یا اُس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔ اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔ اور اُس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں اُنکی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ اُن سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اِسی کے اندر ہیں نہ اسکے بعد کوئی سچائی آئیگی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اِس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اُس کے لئے ایک انجام بھی ہے لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اِس میں فیض ہے اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اِس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کے مکالمہ مخاطبہ کا اُس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اِس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں اُمتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اُس پر صادق آ سکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے۔ ٭ اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اُس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے

٭ باوجود اسکے یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اُس کی پیروی معطّل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔ منہ

نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امّۃ اخرجت للناس۔ اور جن کے لئے یہ دُعا سکھائی گئی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اُن کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ اُمّت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّت فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپکی قوّت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی۔ اور ساتھ اس کے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اُس کا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔ مگر اس کے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد اُمّت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوّت محمدیہ کے مل سکتا تو ختم نبوّت کے معنے باطل ہوتے تھے پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامّہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور اُمّتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر اُنمیں پائے گئے ایسے طور پر کہ اُن کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ اُن کے محویّت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا۔ اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح اُنکو نصیب ہُوا۔

پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود اُمّتی ہونیکے نبی ہونیکا خطاب پایا کیونکہ ایسی صورت کی نبوّت نبوّت محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوّت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ جدیدہ میں جلوہ گر ہوئی۔ یہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا کہ نبی اللّٰہ۔ و امامکم منکم یعنی وہ نبی بھی ہے اور اُمّتی بھی ہے ورنہ غیر کو اسجگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں مبارک وہ جو اِس نکتہ کو سمجھے تا ہلاک ہونے سے بچ جائے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے وفات دیدی جیسا کہ خدا تعالیٰ کی صاف اور صریح آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم اس پر شاہد ہے جس کے معنے آیات متعلقہ کے ساتھ یہ ہیں کہ خدا قیامت کو عیسیٰ سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی اپنی اُمّت کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانو تو وہ جواب دیں گے کہ جبتک مَیں اُن میں تھا تو اُنپر شاہد تھا اور اُن کا نگہبان تھا اور جب تُو نے مجھے وفات دیدی تو پھر مجھکو کیا علم تھا کہ میرے بعد وہ کس ضلالت میں مبتلا ہوئے۔ اب اگر کوئی چاہے تو آیت فلما توفیتنی کے یہ معنے کرے کہ جب تُو نے مجھے وفات دیدی۔ اور چاہے تو اپنی ناحق کی ضد سے باز نہ آکر یہ معنے کرے کہ جب تُو نے مع جسم عنصری مجھے آسمان پر اُٹھا لیا۔ بہرحال اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے کیونکہ اگر وہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں آئے ہوتے اور صلیب توڑی ہوتی تو اس صورت میں ممکن نہیں کہ عیسیٰؑ جو خدا کا نبی تھا ایسا صریح جھوٹ خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے دن بولے گا کہ مجھے کچھ بھی خبر

نہیں کہ میرے بعد میری اُمّت نے یہ فاسد عقیدہ اختیار کیا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا قرار دیدیا۔ کیا وہ شخص جو دوبارہ دُنیا میں آوے اور چالیس برس دنیا میں رہے اور عیسائیوں سے لڑائیاں کرے۔ وہ نبی کہلا کر ایسا مکروہ جھوٹ بول سکتا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں پس جبکہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ آنے سے روکتی ہے (ورنہ وہ دروغگو ٹھہرتے ہیں) تو اگر وہ مع جسم عنصری آسمان پر ہیں اور بموجب تصریح اس آیت کے قیامت کے دن تک زمین پر نہیں اُتریں گے تو کیا وہ آسمان پر ہی مریں گے اور آسمان ہی میں اُنکی قبر ہوگی لیکن آسمان پر مرنا آیت فیھا تموتون کے برخلاف ہے۔ پس اس سے تو یہی ثابت ہوا کہ وہ آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے بلکہ مرکر گئے اور جس حالتیں کتاب اللہ نے کمال تصریح سے یہ فیصلہ کر دیا تو پھر کتاب اللہ کی مخالفت کرنا اگر معصیت نہیں تو اور کیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو محض اجتہادی غلطی قابل عفو تھی لیکن جب مَیں خدا کی طرف سے آگیا اور صریح اور سچے معنے قرآن شریف کے کُھل گئے تو پھر بھی غلطی کو نہ چھوڑنا ایمانداری کا شیوہ نہیں۔ میرے لئے خدا کی نشان آسمان پر بھی ظاہر ہوئے اور زمین پر بھی۔ اور صدی کا بھی قریباً چوتھا حصّہ گذر گیا اور ہزارہا نشان ظہور میں آگئے اور دُنیا کی عمر سے ساتواں ہزار شروع ہوگیا تو پھر اب بھی حق کو قبول نہ کرنا یہ کس قسم کی سخت دلی ہے دیکھو مَیں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ خدا کے نشان ابھی ختم نہیں ہوئے اُس پہلے زلزلہ کے نشان کے بعد جو ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں ظہور میں آیا جس کی ایک مدّت پہلے خبر دی گئی تھی۔ پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ بہار کے زمانہ میں ایک اور سخت زلزلہ آنیوالا ہے وہ بہار کے دن ہونگے نہ معلوم کہ وہ ابتدا ر بہار کا ہوگا جب درختوں میں پتا نکلتا ہے یا درمیان اُسکا یا اخیر کے دن۔ جیسا کہ الفاظ وحی الٰہی یہ ہیں۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ چونکہ پہلا زلزلہ بھی بہار کے ایّام میں تھا اس لئے خدا نے خبر دی کہ وہ دوسرا زلزلہ بھی بہار میں ہی آئیگا اور چونکہ آخر جنوری میں بعض درختوں کا پتہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے اس لئے اِسی مہینہ سے خوف کے دن شروع ہونگے اور غالباً مئی کے اخیر تک وہ دن رہیں گے۔ ✤

اور خدا نے فرمایا زلزلۃ الساعۃ یعنی وہ زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا۔ اور پھر فرمایا لک نری اٰیاتٍ ونھدم ما یعمرون* یعنی تیرے لئے ہم نشان دکھلائیں گے اور جو عمارتیں بناتے جائیں گے

✤ مجھے معلوم نہیں کہ بہار کے دنوں سے مراد یہی بہار کے دن ہیں جو اس جاڑے کے گذرنیکے بعد آنیوالے ہیں یا کسی اور وقت پر اس پیشگوئی کا ظہور موقوف ہے جو بہار کا وقت ہوگا بہرحال خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہونگے خواہ کوئی بہار ہو مگر خدا ایک ایسے شخص کی طرح آئیگا جو رات کو پوشیدہ طور پر آتا ہے یہی خدا نے مجھے فرمایا ہے۔ منہ

* ایک خدا کی وحی اس بارے میں یہ بھی ہے۔ تیرے لئے میرا نام چمکا۔ منہ

ہم انکو گرتے جائینگے۔ اور پھر فرمایا بھونچال آیا اور شدت سے آیا زمین تہ و بالا کردی۔ یعنی ایک سخت زلزلہ آئیگا اور زمین کو یعنی زمین کے بعض حصوں کو زیروزبر کردیگا جیسا کہ لوطؑ کے زمانہ میں ہوا۔ اور پھر فرمایا انی مع الافواج اتیك بغتةً یعنی میں پوشیدہ طور پر فوجوں کے ساتھ آؤنگا اُس دن کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوگی جیسا کہ لوطؑ کی بستی جب تک زیروزبر نہیں کی گئی کسی کو خبر نہ تھی اور سب کھاتے پیتے اور عیش کرتے تھے کہ ناگہانی طور پر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زمین اُلٹائی گئی۔ پس خدا فرماتا ہے کہ اِس جگہ بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ گناہ حد سے بڑھ گیا اور انسان حد سے زیادہ دنیا سے پیار کر رہے ہیں اور خدا کی راہ تحقیر کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اور پھر فرمایا زندگیوں کا خاتمہ۔ اور پھر مجھے مخاطب کرکے فرمایا قال ربك انہ نازل من السماء ما یرضیك رحمةً منّا وکان امرًا مقضیا۔ یعنی تیرا رب کہتا ہے کہ ایک امر آسمان سے اُتریگا جس سے تو خوش ہو جائیگا یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور یہ فیصلہ شدہ بات ہے جو ابتدا سے مقدر تھی اور ضرور ہے کہ آسمان اُس امر کے نازل کرنیسے رُکا رہے جبتک کہ یہ پیشگوئی قوموں میں شائع ہو جائے۔ کون ہے جو ہماری باتوں پر ایمان لاوے بجز اُس کے کہ خوش قسمت ہو۔

یاد رہے کہ یہ اعلان تشویش کے پھیلانیکے لئے نہیں بلکہ آئندہ تشویش کی پیش بندی کیلئے ہے تا کوئی بیخبری میں ہلاک نہ ہو۔ ہر ایک امر نیت سے وابستہ ہے پس ہماری نیت دُکھ دینے کی نہیں بلکہ دُکھ سے بچانیکی نیت سے وہ لوگ جو توبہ کرتے ہیں خدا کے عذاب سے بچائے جائیں گے۔ مگر وہ بد قسمت جو توبہ نہیں کرتا اور ٹھٹھے کی مجلسوں کو نہیں چھوڑتا اور بدکاری اور گناہ سے باز نہیں آتا اُس کی ہلاکت کے دن نزدیک ہیں۔ کیونکہ اُس کی شوخی خدا کی نظر میں قابلِ غضب ہے۔

اِس جگہ ایک امر اور قابل تذکرہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ خدا نے مجھے میری وفات سے اطلاع دی ہے اور مجھے مخاطب کرکے میری زندگی کی نسبت فرمایا کہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اور فرمایا کہ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانیکے بعد تمہارا حادثہ آئیگا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے دنیا پر کچھ حوادث پڑیں اور کچھ عجائبات قدرت ظاہر ہوں تا دنیا ایک انقلاب کے لئے طیار ہو جائے اور اُس انقلاب کے بعد میری وفات ہو۔ اور مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اُس نے پہنچکر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اُسکی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اُسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ اُن برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں تب سے

ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے۔ لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اس لئے یہ غرض مُدّت دراز تک معرض التوا میں رہی۔ اب اخویم مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جبکہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی۔ مَیں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا جلدی انتظام کیا جائے اِس لئے مَیں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کیلئے تجویز کی اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاکدل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یا ربّ العالمین۔

پھر مَیں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یا ربّ العالمین۔

پھر مَیں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم تو صرف اُن لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی✲ اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یا ربّ العالمین۔

✲ بدظنی ایک سخت بلا ہے جو ایمان کو ایسی جلدی جلا دیتی ہے جیسا کہ آتش سوزاں خس و خاشاک کو اور وہ جو خدا کے مرسلوں پر بدظنی کرتا ہے خدا اُس کا خود دشمن ہو جاتا ہے اور اُس کی جنگ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور وہ اپنے برگزیدوں کیلئے اسقدر غیرت رکھتا ہے جو کسی میں اُس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ میرے پر جب طرح طرح کے حملے ہوئے تو وہی خدا کی غیرت میرے لئے افروختہ ہوئی جیسا کہ اُس نے فرمایا۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم۔ واُعطیک ما یدوم۔ لک درجۃ فی السماء وفی الذین ھم یبصرون۔ ولک نُری اٰیاتٍ ونھدم ما یعمرون۔ وقالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ انی مھینٌ من اراد اھانتک۔ لا تخف انی لا یخاف لدیّ المرسلون۔ اتٰی امر اللّٰہ فلا تستعجلوہ بشارۃٌ تلقاھا النبیون۔ یا احمدی انت مرادی ومعی۔ انت منّی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی وانت منّی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق وانت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی۔ اذا غضبتَ غضبتُ وکلّما احببتَ احببتُ۔ اٰثرک اللّٰہ علی کل شیءٍ۔ الحمد للّٰہ الذی جعلک المسیح ابن مریم۔ لا یُسئل عمّا یفعل وھم یُسئلون۔ وکان وعدًا مفعولًا یعصمک اللّٰہ من العدا ویسطوا بکل من سطا۔ ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ۔ یاجبال اوّبی معہ والطیر۔ کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی۔ وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ ان الذین اٰمنوا ان لھم قدم صدقٍ عند ربھم۔ سلامٌ قولًا من ربٍ رحیم۔ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔ منہ

اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ۔ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے اُن شرائط کے پابند ہوں سو وہ تین شرطیں ہیں۔ اور سب کو بجالانا ہوگا۔

(۱) اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے مَیں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائیگی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی اور اس کے خوشنما کرنیکے لئے کچھ درخت لگائے جائیں گے اور ایک کنواں لگایا جائیگا اور اس قبرستان سے شمالی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گذرگاہ ہے اس لئے وہاں ایک پُل طیار کیا جائیگا اور ان متفرق مصارف کے لئے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا سو کُل تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کیلئے خرچ ہوگا۔ سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے۔ اور یہ چندہ محض انہیں لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نور الدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہیگا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہیگا۔ اعلاء کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اُسکے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہوگا۔ اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہیگی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کُتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کرینگے۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دیگا اس لئے اُمید کیجاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائیگا تو وہ لوگ جو اُنکے جانشین ہوں گے اُنکا بھی یہی فرض ہوگا کہ اُن تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجالاویں ان اموال میں سے اُن یتیموں اور مسکینوں کا بھی حق

ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔ اور جائز ہوگا کہ اُن اموال کو بطور تجارت کے ترقی دی جائے۔ یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دُور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اُس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جنکے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔ سو مَیں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں ہاں جائز ہوگا کہ جنکا کچھ گذارہ نہ ہو اُنکو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونیوالا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو۔

(۴) ہر ایک صالح جو اُس کی کوئی بھی جائداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔

ہدایت

(۱) ہر ایک صاحب جو حسب شرائط متذکرہ بالا کوئی وصیّت کرنا چاہیں تو انکی وصیّت پر عملدرآمد اُن کی موت کے بعد ہوگا لیکن وصیّت کو لکھ کر اس سلسلہ کے امین مفوض الخدمت کو سپرد کر دینا لازمی امر ہوگا اور ایسا ہی چھاپکر شائع کرنا بھی۔ کیونکہ موت کے وقت اکثر وصایا کا لکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور چونکہ آسمانی نشانوں اور بلاؤں کے دن قریب ہیں اس لئے خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے وقتمیں وصیّت لکھنے والا ایسا درجہ رکھتا ہے جو امن کی حالت میں وصیّت لکھتا ہے اور اِس وصیّت کے لکھنے میں جس کا مال دائمی مدد دینے والا ہوگا اُس کو دائمی ثواب ہوگا اور خیرات جاریہ کے حکم میں ہوگا۔

(۲) ہر ایک صاحب جو کسی دوسری جگہ میں ہوں۔ جو قادیاں سے دُور اس ملک کے کسی اور حصّہ میں ہوں اور وہ ان شرائط کے پابند ہوں جو درج ہو چکی ہیں تو اُن کے وارثوں کو چاہیئے کہ اُن کی موت کے بعد ایک صندوق میں اُن کی میّت کو رکھ کر قادیاں میں پہنچا دیں اور اگر اِس قبرستان کی تکمیل سے پہلے یعنی پُل وغیرہ کی طیاری سے پہلے کوئی صاحب فوت ہو جائیں جو حسب شرائط اس قبرستان میں دفن ہوں گے تو چاہیئے کہ بطور امانت صندوق میں رکھ کر اپنی جگہ دفن کئے جائیں پھر تمام لوازم کی طیاری کے بعد جو قبرستان کے متعلق ہیں قادیان میں اُن کی میّت لائی جائے لیکن وہ صاحب جو بغیر صندوق کے دفن کئے جائیں اُن کا قبر میں سے

مکان مناسب نہ ہوگا۔ ✤

واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ انکو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا انکے کارنامے یعنی جو خدا کیلئے اُنھوں نے دینی کام ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں۔ بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اِس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے اور ایمانی جوش ان میں پیدا کرے اور اُن کا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔

مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جنکو یہ تحریر ملے وہ اپنے دوستوں میں اس کو مشتہر کریں اور جہانتک ممکن ہو اِسکی اشاعت کریں اور اپنی آئندہ نسل کے لئے اِس کو محفوظ رکھیں۔ اور مخالفوں کو بھی مہذب طریق پر اِس سے اطلاع دیں۔ اور ہر ایک بدگو کی بدگوئی پر صبر کریں اور دُعا میں لگے رہیں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

الراقم خاکسار

المفتقر الی اللّٰہ الصّمد غلام احمد عافاہ اللّٰہ واَیّد

۲۰- دسمبر ۱۹۰۵ء

الا اے کہ ہشیاری و پاک زاد	پئے حرص دنیا مدہ دیں بباد	بدیں دار فانی دلِ خود مبند	کہ دارد نہاں راحتش صد گزند
اگر باز باشد ترا گوشِ ہوش	زگورت ندائے در آید بگوش	کہ اے طعمۂ من پس از چند روز	پئے فکر دنیائے دوں کم بسوز
ہر آں کو بدنیائے دوں مبتلا است	گرفتارِ رنج و عذابِ عنا است	بریست آنکہ بر موت دارد نگاہ	بریدہ ز دنیا۔ دو دیدہ براہ
سفر کردہ بیش از سفر سوئے یار	کشیدہ ز دنیا ہمہ رخت و بار	پئے دار عقبیٰ کمر بستہ چست	رہا کردہ سامانِ ایں خانہ سست
چو کار حیات است کاری نہاں	ہماں بہ کہ دل بگسلی زیں مکاں	جہنم گزو داد فرقاں خبر	ہمیں حرصِ دنیا ست جانِ پدر
چو آخر ز دنیا سفر کردن است	چو روزی ازیں رہ گذر کردن است	چرا عاقلے دل بہ بندد دراں	کہ ناگہ وزد بر گلِ او خزاں
نہ بس قبحہ بستن دل خود خطا است	کہ ایں دشمنِ دین و صدق و صفا ست	چہ حاصل ازیں دلستانِ دو رنگ	کہ گاہی بصلحت کشد گہ بجنگ
چرا دل نہ بندی بداں دلستاں	کہ مہرش رہاند ز بندِ گراں	برو فکرِ انجام کن اے غوی	زسعدی شنو گر زمن نشنوی
	عروسی بود نوبتِ ماتمت	اگر بر نکوئی بود خاتمت	

✤ حاشیہ - کوئی نادان اِس قبرستان اور اِس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے انسان کا اِس میں دخل نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کردیگی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائیگا۔ منہ

ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیّة

رسالہ الوصیّة کے متعلق چند ضروری امر قابل اشاعت ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جبتک انجمن کارپرداز مصالح قبرستان اِس امر کو شائع نہ کرے کہ قبرستان باعتبار لوازم ضروری کے من کل الوجوہ طیار ہو گیا ہے اسوقت تک جائز نہ ہوگا کہ کوئی میّت جس نے رسالہ الوصیّة کے شرائط کی پابندی کی ہے قبرستان میں دفن کرنیکے لئے لائی جائے پُل وغیرہ لوازم ضروریہ کا پہلے طیار ہو جانا ضروری ہوگا اور اس وقت تک میّت ایک صندوق میں امانت کے طور پر کسی اور قبرستان میں رکھی جائیگی۔

(۲) ہر ایک صاحب جو رسالہ الوصیّة کی پابندی کا اقرار کریں ضروری ہوگا کہ وہ ایسا اقرار کم سے کم دو گواہوں کی ثبت شہادت کے ساتھ اپنے زمانہ قائمی ہوش و حواس میں انجمن کے حوالہ کریں اور تصریح سے لکھیں کہ وہ اپنی کُل جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا دسواں حصہ اشاعت اغراض سلسلہ احمدیہ کے لئے بطور وصیّت یا وقف دیتے ہیں اور ضروری ہوگا کہ وہ کم سے کم دو اخباروں میں اسکو شائع کردیں۔

(۳) انجمن کا یہ فرض ہوگا کہ قانونی اور شرعی طور پر وصیّت کردہ مضمون کی نسبت اپنی پوری تسلّی کرکے وصیّت کنندہ کو ایک سارٹیفکٹ اپنے دستخط اور مُہر کے ساتھ دیدیں اور جب قواعد مذکورہ بالا کی رُو سے کوئی میّت اس قبرستان میں لائی جائے تو ضروری ہوگا کہ وہ سارٹیفکٹ انجمن کو دکھلایا جائے اور انجمن کی ہدایت اور موقع نمائی سے وہ میّت اس موقع میں دفن کیجائے جو انجمن نے اسکے لئے تجویز کیا ہے۔

(۴) اس قبرستان میں بجز کسی خاص صورت کے جو انجمن تجویز کرے نابالغ بچے دفن نہیں ہوں گے کیونکہ وہ بہشتی ہیں اور نہ اس قبرستان میں اُس میّت کا کوئی دوسرا عزیز دفن ہوگا جب تک وہ اپنے طور پر کُل شرائط رسالہ الوصیّة کو پُورا نہ کرے۔

(۵) ہر ایک میّت جو قادیان کی زمین میں فوت نہیں ہوئی اُنکو بجز صندوق قادیان میں لانا ناجائز ہوگا اور نیز ضروری ہوگا کہ کم سے کم ایک ماہ پہلے اطلاع دیں تا اگر انجمن کو اتفاقی موانع قبرستان کے متعلّق پیش آگئے ہوں تو اُن کو دُور کرکے اجازت دے۔

(۶) اگر کوئی صاحب خدانخواستہ طاعون کی مرض سے فوت ہوں جنہوں نے رسالہ الوصیّة کے تمام شرائط پُوری کردیئے ہوں اُنکی نسبت یہ ضروری حکم ہے کہ وہ دو برس تک صندوق میں رکھکر کسی علیحدہ مکان میں امانت کے طور پر دفن کئے جائیں اور دو برس کے بعد ایسے موسم میں لائے جائیں کہ اُس فوت ہونیکے

مقام اور قادیان میں طاعون نہ ہو۔

(۷) یاد رہے کہ صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا دسواں حصہ دیا جائے بلکہ ضروری ہوگا کہ ایسا وصیّت کرنیوالا جہانتک اُسکے لئے ممکن ہے پابند احکام اسلام ہو اور تقویٰ طہارت کے امور میں کوشش کرنے والا ہو۔ اور مسلمان خدا کو ایک جاننے والا اور اُس کے رسول پر سچا ایمان لانے والا ہو اور نیز حقوق عباد غصب کرنے والا نہ ہو۔

(۸) اگر کوئی صاحب دسویں حصہ جائداد کی وصیّت کریں اور اتفاقاً انکی موت ایسی ہو کہ مثلاً کسی دریا میں غرق ہو کر انکا انتقال ہو یا کسی اور ملک میں وفات پاویں جہاں سے میّت کو لانا متعذر ہو تو انکی وصیّت قائم رہیگی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہوگا کہ گویا وہ اِسی قبرستان میں دفن ہوئے۔ میں بعد جائز ہوگا کہ اُن کی یادگار میں اسی قبرستان میں ایک کتبہ اینٹ یا پتھر پر لکھ کر نصب کیا جائے۔ اور اُس پر یہ واقعات لکھے جائیں۔

(۹) انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہوگا اُسکو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے۔ اور ان اغراض میں سے سب سے مقدم اشاعت اسلام ہوگی اور جائز ہوگا کہ انجمن باتفاق رائے اس روپیہ کو تجارت کے ذریعہ سے ترقی دے۔

(۱۰) انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ دیانت دار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چالباز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے۔ اور اُس کی جگہ کوئی اور مقرر کرے۔

(۱۱) اگر وصیّتی مال کے متعلق کوئی جھگڑا پیش آوے تو اس جھگڑے کی پیروی میں جو اخراجات ہوں وہ تمام وصیّتی مالوں میں سے دیئے جائیں گے۔

(۱۲) اگر کوئی شخص وصیّت کرکے پھر کسی اپنے ضعف ایمان کی وجہ سے اپنی وصیّت سے منکر ہو جائے یا اس سلسلہ سے روگردان ہو جائے تو گو انجمن نے قانونی طور پر اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہو پھر بھی جائز نہ ہوگا کہ وہ مال اپنے قبضہ میں رکھے بلکہ وہ تمام مال واپس کرنا ہوگا کیونکہ خدا کسی کے مال کا محتاج نہیں۔ اور خدا کے نزدیک ایسا مال مکروہ اور رد کرنے کے لائق ہے۔

(۱۳) چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اسلئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

(۱۴) جائز ہوگا کہ اس انجمن کی تائید اور نصرت کے لئے دُور دراز ملکوں میں اور انجمنیں ہوں جو انکی ہدایت کے تابع ہوں۔ اور جائز ہوگا کہ اگر وہ ایسے ملک میں ہوں کہ وہاں سے میّت کولانا متعذر ہے تو اُسی جگہ میّت کو دفن کردیں اور ثواب کے حصّہ پانیکی غرض سے ایسا شخص قبل از وفات اپنے مال کے دسویں حصّہ کی وصیت کرے اور اس وصیتی مال پر قبضہ کرنا اس انجمن کا کام ہوگا جو اُس ملک میں ہے اور بہتر ہوگا کہ وہ روپیہ اُسی ملک کے اغراض دینیہ کیلئے خرچ ہو اور جائز ہوگا کہ کوئی ضرورت محسوس کرکے وہ روپیہ اس انجمن کو دیا جائے جسکا ہیڈ کوارٹر یعنی مرکز مقامی قادیان ہوگا۔

(۱۵) یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدانے اس مقام کو برکت دی ہے اور جائز ہوگا کہ وہ آئندہ ضرورتیں محسوس کرکے اِس کام کے لئے کوئی کافی مکان طیار کریں۔

(۱۶) انجمن میں کم سے کم ہمیشہ دو ممبر ایسے چاہئیں جو علم قرآن اور حدیث سے بخوبی واقف ہوں اور تحصیل علم عربی رکھتے ہوں اور سلسلہ احمدیہ کی کتابوں کو

(۱۷) اگر خدانخواستہ کوئی ایسا شخص جو رسالہ الوصیّۃ کی رُو سے وصیّت کرتا ہے مجذوم ہو جسکی جسمانی حالت اس لائق نہ ہو جو وہ اِس قبرستان میں لایا جائے تو ایسا شخص حسب مصالح ظاہری مناسب نہیں ہے کہ اس قبرستان میں لایا جائے لیکن اگر اپنی وصیّت پر قائم ہوگا تو اُسکو وہی درجہ ملیگا جیسا کہ دفن ہونیوالے کو۔

(۱۸) اگر کوئی کچھ بھی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہ رکھتا ہو اور باایں ہمہ ثابت ہو کہ وہ ایک صالح درویش ہے اور متقی اور خالص مومن ہے۔ اور کوئی حصّہ نفاق یا دنیا پرستی یا قصور اطاعت کا اُس کے اندر نہ ہو تو وہ بھی میری اجازت سے یا میرے بعد انجمن کی اتفاق رائے سے اِس مقبرہ میں دفن ہوسکتا ہے۔

(۱۹) اگر کوئی شخص خداتعالیٰ کی خاص وحی سے رد کیا جائے تو گو وصیّتی مال بھی پیش کرے تاہم اس قبرستان میں داخل نہیں ہوگا۔

(۲۰) میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدانے استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ہو انکو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنیوالا منافق ہوگا۔

یہ وہ شرائط ضروریہ ہیں جو اوپر لکھی گئیں۔ آئندہ اِس مقبرہ بہشتی میں وہ دفن کیا جائیگا جو اِن شرائط کو پورا کریگا۔ ممکن ہے کہ بعض آدمی جن پر بدگمانی کا مادہ غالب ہو وہ ہمیں اس کارروائی میں اعتراضوں کا نشانہ بنادیں اور اس انتظام کو اغراض نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اُس کو بدعت قرار دیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ خداتعالیٰ کے کام ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلاشبہ اس نے ارادہ کیا ہے کہ اِس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اِس الٰہی انتظام پر اطلاع پاکر بلاتوقف اِس فکر میں پڑتے ہیں کہ دسواں حصہ کُل جائداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اِس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مُہر لگادیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الٓمّٓ احسب الناس ان یُترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون۔ کیا

لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں اسی قدر پر راضی ہو جاؤں کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے - اور ابھی اُنکا امتحان نہ کیا جائے اور یہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا اور اُنہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دیئے پر ایسا گمان کہ کیوں یوں ہی عام اجازت ہر ایک کو نہ دیجائے کہ وہ اِس قبرستان میں دفن کیا جائے کسقدر دُور از حقیقت ہے اگر یہی روا ہو تو خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی کیوں بنا ڈالی وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا رہا ہے کہ خبیث اور طیب میں فرق کرکے دکھلاوے اِس لئے اُسنے اب بھی ایسا ہی کیا - خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض خفیف خفیف امتحان بھی رکھے ہوئے تھے جیسا کہ یہ بھی دستور تھا کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کا مشورہ نہ لے جبتک پہلے نذرانہ داخل نہ کرے پس اس میں بھی منافقوں کے لئے ابتلا تھا ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اِس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے - اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار اُنہوں نے سچا کرکے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر کر دیا - بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذریگا اور اِس سے اُنکی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اِس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے - فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا - لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے - اور ابد تک خدا کی اُنپر رحمتیں ہونگی -

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ بلاؤں کے دن نزدیک ہیں اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ و بالا کر دیگا قریب ہے پس وہ جو معائنہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کر دیں گے اور نیز یہ بھی ثابت کرینگے کہ کسطرح انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں اور اُسکے دفتر میں سابقین اوّلین لکھے جائیں گے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کرکے اِس حکم کو ٹالدیا ہے وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش میں تمام جائداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیدیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا - یاد رکھو کہ اس عذاب کے معائنہ کے بعد ایمان بے سود ہوگا اور صدقہ خیرات محض عبث - دیکھو! میں بہت قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے - میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعتِ دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کروگے اور بہشتی زندگی پاؤگے - بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کرکے میرے حکم کو ٹالدینگے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائینگے تب آخری وقت میں کہیں گے ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون - والسلام علی من اتبع الہدیٰ

الراقم خاکسار - میرزا غلام احمد خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعودؑ -

۶ - جنوری ۱۹۰۶ء

ہندوستان میں عیسائی مذہب کی ناکامی کی وجہ

یہ سوال کہ ہندوستان میں کیوں عیسائی مذہب ناکام ہوا ہے ایک انگریز نے مجھ سے پوچھا ہے۔ عیسائی صاحبان میں ایک تو وہ گروہ ہے جو سمجھ چکا ہے کہ پادریوں کی تمام کوششیں ہند میں عبث ہیں مگر جنکا ساتھ ہی یہ خیال بھی ہے کہ عیسائی مذہب دوسرے مذاہب سے عمدہ ہے اور اس لئے وہ اس ناکامی کے راز کو سمجھنے کے قابل اپنے آپکو نہیں پاتے۔ مگر ایک دوسرا گروہ عیسائیوں کا وہ ہے جن کے نزدیک عیسائی مذہب کی طرف ناکامی منسوب کرنا سخت گناہ ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہندوؤں میں جو نئے نئے فرقے آئے دن پیدا ہوتے ہیں جیسے برہمو سماج یا آریہ سماج وغیرہ یہ سب عیسائیت کی تعلیم کا اثر ہی ہے اور یہ سب سماج آخرکار عیسائی مذہب کا شکار ہوں گے۔ نئے عیسائیوں کی تعداد کی کمی انکے نزدیک ناکامی کی کوئی دلیل نہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ عیسائی مذہب درپردہ ایک ایسا اثر ہندوستان پر ڈال رہا ہے جو آہستہ آہستہ اسکو اس مذہب کے قبول کرنیکے لئے تیار کر رہا ہے۔ ایک بارہ یا چودہ سال کے بچے کی کہانی جو بائبل کو پڑھکر خوش ہوا خواہ اسکی سمجھ ابھی اہم مذہبی سوالات پر غور کرنیکے کیسی ہی ناقابل کیوں نہ ہو سمندر پار اس رنگ میں پہنچتی ہے کہ کُل کا کُل ہندوستان مسیح کے قدموں پر سر رکھنے کے لئے تیار ہو گیا ہے اور یوں ان لوگوں کی تسلی ہو جاتی ہے جنکی جیبوں سے پیسے نکلکر پادری صاحبان کا گذارہ ہوتا ہے۔ پس اصل سوال پر غور کرنیسے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دوسرے گروہ کے خیالات کا بھی موازنہ کیا جاوے۔

اس امر واقعی سے کوئی پادری انکار نہیں کر سکتا کہ جو وسائل عیسائی مذہب کی اشاعت کے واسطے موجود ہیں کسی دوسرے مذہب کو حاصل نہیں۔ جہاں ذرا سا بھی موقعہ کسی کو عیسائی بنانیکا ہوتا ہے پُرجوش پادریوں کی فوج بےحساب روپیہ پانی کی طرح بہانے کو تیار ہوتی ہے۔ قحط زدہ علاقوں اور ہندوستان کی ادنےٰ اقوام میں عیسائیت کی زیادہ اشاعت ہی خود اس امر کی دلیل ہے کہ کن حالات میں اس مذہب کو فروغ ہو رہا ہے۔ بلکہ اگر نو مرید عیسائیوں کی تعداد جو نقشجات میں دکھلائی جاتی ہے اُس میں سے مذکورہ بالا ہر دو قسم کے اشخاص نکال دیئے جاویں تو امید ہے کہ انگریز بہت جلد پادریوں کو کسی دیگر مفید کام کے واسطے ولایت بلا لیویں۔ اِس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ ہندو یا مسلمانوں میں سے کوئی عیسائی ہوا ہی نہیں لیکن یہ بالکل سچ ہے کہ اگر اُس تعداد کو خارج کر دیا جاوے جو افلاس کے باعث داخل ہوئی ہے تو جو کامیابی بلحاظ زور و طاقت کے جو اس کام میں خرچ کیا گیا ہے ہونی چاہیئے تھی مطلق نہیں ہوئی۔ اگر اُن ذرائع پر نظر ڈالی جاوے جو اشاعت عیسائیت کیواسطے اختیار کئے گئے ہیں تو اور بھی مایوسی ہوتی ہے۔ سولھویں صدی سے لیکر جبکہ کیتھولک مشن اول ہی اول اس ملک میں قائم ہوئے اب تک برابر مشنوں کے قائم کرنے کا

سلسلہ جاری رہا ہے پروٹسٹنٹ مشنیں اوائل اٹھارویں صدی میں قائم ہوئیں۔ لیکن اس چار صدی میں پادریوں کی کوشش کا نتیجہ ایک عیسائی گورنمنٹ کے زیر سایہ صرف قریباً تیس لاکھ دیسی عیسائی آبادی ہے۔ پچھلے دس سالوں میں عیسائی آبادی میں پیدائش و نو داخل شدہ تعداد ملا کر چھ لاکھ انتالیس ہزار کی ایزادی ہوئی ہے حالانکہ اس عرصہ میں اہل اسلام کی تعداد میں باوجود نہ ہونے کسی مشنری کوشش کے پچاس لاکھ کی بیشی ہوئی ہے جو نہ صرف اسی وجہ سے ہو سکتی ہے کہ پیدائش کی تعداد اموات سے زیادہ ہوئی ہو کیونکہ اسی عرصہ میں پلیگ نے ملک میں ایسی تباہی ڈالی ہے کہ ہندوستان کی تمام آبادی میں صرف پچھتر لاکھ کی بیشی ہوئی جس میں سے ۶۶ فیصدی اسلام کی وجہ سے ہے اور ۳۴ فیصدی باقی تمام دیگر مذاہب کے باعث۔ پس اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اہل اسلام کی بیشی کی وجہ صرف نو مسلموں کی تعداد ہے۔ تیس فیصدی کی بیشی جو گزشتہ مردم شماری سے بعد عیسائیت میں ہوئی ہے وہ بمقابلہ بیشی نو مسلموں کے پادریوں کی کوشش اور خرچ کثیر کو مدنظر رکھکر بالکل کم ہے۔ غرضیکہ جہاں اسلام اور عیسائیت کی دعوت پہلو بہ پہلو ہوئی ہے اسلام میں باوجود مالی حالت کی تنگی کے عیسائیت کی نسبت بیحد ترقی ہوئی ہے۔ اب میں اُن دلائل پر غور کرتا ہوں جو پادریوں کی نظر میں اس امر کا ایک قطعی ثبوت ہیں کہ ہندوستان عیسائیت کے قریب آرہا ہے اور ایکدن یسوع کی خدائی کو تسلیم کر لیگا۔ انہیں سے ایک تو یہ ہے کہ یسوع کے نام کی ہندوستان میں عزت کیجاتی ہے اور اسی کو عیسائیت کے قریب آنا خیال کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا خیال کرنا نرا دھوکا ہے۔ پچیس کروڑ یا اس سے زیادہ مسلمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا سچا نبی جانکر اُسکی تعظیم کرتے ہیں تو کیا اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بہ نسبت دیگر اقوام کے وہ عیسائیت کے زیادہ قریب ہو گئے ہیں بلکہ برعکس اسکے عیسائیت کے غلط اعتقادات سے کوئی قوم اتنی دور نہیں ہے اور صفحہ دنیا پر کوئی شخص اس مذہب کے اختراعات قبول کرنے سے اتنا بچا ہوا نہیں ہے اسلئے حضرت عیسیٰ کے نام کی تعظیم کرنے سے عیسائیت کا میلان نہیں پایا جاتا بلکہ ایسی تعلیم تثلیث و کفارہ کے غلط اعتقادات کی سخت مخالفت اور تحقیر کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے بلکہ جو شخص حضرت عیسیٰ کی نسبت اُن خوبیوں کا پکا اعتقاد کرے جو مسلمان اُسکی نسبت بحیثیت ایک انسان اور خدا کا نبی ہونیکے تسلیم کرتے ہیں وہ اُس غلطی کے حملوں سے پورا محفوظ ہو جاتا ہے جسکی یسوع کے نام سے منادی کیجاتی ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ کے نام کی تعظیم کرنے سے عیسائیت کے قریب آجانا سمجھا جا سکتا ہے تو عیسائیوں کو پادریوں کے واسطے ایک کوڑی تک بھی خرچ کرنیکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ غلط فہمی کسطرح پیدا ہوتی ہے۔ اصل میں اسکی بنا عیسائی پادریوں کی ہی تنگدلی پر ہے اُنکو اسبات کی نہ صرف تلقین، بلکہ شروع سے تربیت کیجاتی ہے کہ عیسائیت کے سوا باقی تمام مذاہب سے نفرت کریں اور یسوع مسیح کے سوا باقی تمام پیشوایان مذاہب کی تحقیر اور اہانت کریں۔ اس تنگدلی کے خاص نشان کے ساتھ وہ دنیا میں بھیجے جاتے ہیں کہ یسوع کی انجیل کا غیر عیسائی لوگوں میں وعظ کریں مگر اُن بیچاروں کو انگلستان یا امریکہ کے دینی مدارس میں تو تعلیم نہیں ملی ہوتی نہ اُنکی ایسی جگہ پرورش ہوئی ہوتی ہے جہاں عیسائیت کی تنگدلی کا اثر پھیلا ہوا ہو اسلئے یہ اُنکے مذہب کا کوئی جزو نہیں کہ پاک لوگوں کی تحقیر و اہانت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی لفظ تعریف کا جو یسوع کے حق میں بولا جاوے تو ایک پُر شوق پادری غلط فہمی سے اُسکو عیسائیت کی طرف جھکنا تصور کرتا ہے۔ اس سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے وہ یہ کہ عیسائیت جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، ہندوستان میں حکام کا مذہب ہے۔ پس اگرچہ عیسائی پادریوں کو گورنمنٹ کی مذہبی معاملات میں عدم مداخلت کی پالسی بہت ہی ناگوار گذرتی ہے کیونکہ اسکی عدم موجودگی سے عیسائیت کی اشاعت کے واسطے ہندوستان میں بڑی بھاری تحریک ہوتی تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اعلیٰ حکام کا قومی مذہب ہونیکی وجہ سے رعایا کے دلوں پر اسکا ایک (مخفی) اثر ہوتا ہے۔ ایک مشرقی ضرب المثل ہے کہ "الناس علیٰ دین ملوکھم" یعنی لوگ اپنے حکام کے دین پر ہوتے ہیں۔ اور یہ کسی حد تک ٹھیک بھی ہے لیکن اسکے یہ معنے نہیں کہ لوگ واقعی اپنے حکام کا مذہب اختیار کر لیتے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس بارہ میں اُنکے لئے بڑی ترغیب ہوتی ہے اور حکام کے مذہب کو

اچھی نظر سے دیکھتی ہیں اور انکی اوضاع واطوار کی تقلید میں انکو فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ عیسائیت نے ہندوستان پر کوئی نہ کوئی اثر ڈالا ہے۔ لیکن جو فائدہ اس سے حاصل ہوا ہے اُس سے بڑھکر خرابی پیدا ہوئی ہے۔ جہاں ایک طرف سکول کالج و شفاخانے قائم کرکے اسنے فائدہ پہنچایا ہے (اگرچہ اسکی نیکنامی پر یہ بھی ایک دھبا ہے کہ یہ چیزیں ہمدردی انسانی کی غرض سے قائم نہیں کیں بلکہ محض عیسائیت کی غلطیاں پھیلانیکی نیت سے۔ اور فائدہ تو صرف اتفاقی طور پر ہو گیا) دوسری طرف علاوہ بہت سے غلط اعتقادات کے شرابخوری اور قماربازی جیسی خرابیاں بھی پھیلائی ہیں۔ اور اگر مثلاً عیسائی مذہب نے تعلیم پھیلائی ہے تو اس تعلیم کے ساتھ دہریت کو بھی بہت فروغ دیا ہے۔ اور بجائے دینی فائدہ پہنچانیکے اور بھی زیادہ مردار دنیا پر لوگوں کو جھکا دیا ہے۔ مَیں نہیں تسلیم کرتا کہ یہ تاثیرات ہندوستان کو عیسائیت کے قبول کرنے پر آمادہ کر رہی ہیں کیونکہ اگرچہ انسان بدی پر کیسا ہی مائل کیوں نہ ہو تاہم انجام کار صداقت اور نیکی ہی غالب آئیگی۔ مذہب جو کسی قوم کی زندگی پر پاک اثر ڈال سکتا ہے تو روحانی طاقت کے بدولت ہی ڈال سکتا ہے اور یہ روحانی طاقت یعنی وہ طاقت جو انسان کو راستباز بنادیوے آج ملک ہند میں عیسائیوں میں ایسی ہی مفقود ہے جیسی کہ ملک عرب میں چھٹی صدی عیسوی میں مفقود تھی۔ کہا جاتا ہے کہ عیسائیت نے ہندوستان میں مذہبی احساس پیدا کیا ہے لیکن مذہبی تحریر پر اثر جو اثر اسنے ڈالا ہے وہ بہت ہی قابل افسوس ہے۔ جسوقت سے عیسائیوں نے اس ملک میں قدم رکھا ہے اُنکے مباحثات ایسے الفاظ میں لکھے ہوئے ہیں جنسے مہذب تحریر پاک رہنی چاہیئے۔ عیسائیت کے اِس بُرے نمونہ کی آریہ سماج نے بھی تقلید کی ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ کم ازکم ان معنوں میں آریہ سماج نے عیسائیت کے اثر کو قبول کیا ہے۔

کیوں ہندوستان کے لوگ عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے یہ ایک عجیب سوال ہے۔ اصل میں سوال یہ ہونا چاہیئے کہ کیوں وہ اس مذہب کو قبول کرتے ہیں جسقدر فی الواقع کرتے ہیں۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ آرام کی زندگی جو بہت سے عیسائی گذارتے ہیں اور یہ اعتقاد کہ انسان صرف یسوع کو خدا مان لینے سے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور کہ وہ ہماری خاطر صلیب پر لعنتی موت مرا۔ یہ باتیں ایک آرام طلب آدمی کے واسطے بڑی زور آور تحریکیں ہیں کیونکہ عیسائیت کا پیغام نہیں ہے کہ آدمی کو بدی سے بچنا چاہیئے اور نیک کام کرنے چاہئیں بلکہ اسکی یہ تعلیم ہے کہ اسکو کفارہ کا یقین کرنا چاہیئے یعنی کہ اسکے گناہ یسوع نے اٹھائے۔ عیسائی مذہب عوام کے سامنے ایک بیقیدی کی زندگی پیش کرتا ہے اور یہی وجہ عیسائیت کی اس ترقی کی ہے جسپر پادری صاحبان کو بڑا ناز ہے اسکے علاوہ عیسائیت کی فروغ کی دو اور وجوہات ہیں جنکی طرف مَیں نے پہلے اشارہ کیا ہے۔ ایک ان میں سے قحط ہے جو بات پادری صاحبان کو وعظ سے میسر نہیں آتی وہ روٹی سے مل جاتی ہے یعنی ہزارہا بچے جب فاقہ سے مرنے لگتے ہیں تو پھر انکو مذہب کی کیا پروا ہوتی ہے ایسے وقتیں پادری صاحبان نہایت چستی سے نومریدوں کی تعداد بڑھانے میں مصروف ہوتے ہیں۔ گویا جب ملک میں قحط پڑتا ہے تو پادری صاحبان کو عمدہ فصل کی امید ہوتی ہے۔ نیچ ذاتوں جیسے پاریا اور رخاکر دبوں میں بھی مسیحی مذہب کو بہت کچھ کامیابی حاصل ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ادنیٰ درجہ کی قوموں کو ہندوؤں کے اندر حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور یہانتک حقیر انکو سمجھا گیا ہے کہ ان بیچاروں کی یہ خواہش بھی مرچکی ہے کہ وہ بھی سوسائٹی کے معزز ممبر بن سکیں یا کہلائیں اب خوش قسمتی سے ان لوگوں کو عیسائی مذہب کے قبول کرنیسے وہ راہ مل گئی ہے جس سے وہ ایک نسل میں نہیں تو دوسری نسل میں اعلیٰ قوموں کے مساوی ہو جاتے ہیں اور وہ ذلت جو انکے خون کا جزو ہو گئی تھی انسے دور ہو جاتی ہے۔ اس سے بڑھکر زبردست تحریک عیسائیت کے قبول کرنیکی ان لوگوں کے لئے اور کیا ہوسکتی ہے کہ ذلیل سے ذلیل حالت سے نکلکر وہ معزز عہدہ دار بن سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یسوع کے خون اور صلیب کی طاقت کو جسقدر ان ادنیٰ اقوام نے

محسوس کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا اور جسقدر فروغ عیسائی مذہب کو اس ایک ذریعہ سے ہوا ہے کسی دوسرے ذریعے سے نہیں ہوا۔ پھر یہ سوال کہ کیوں ہندوستان کے لوگ عیسائی مذہب کو قبول نہیں کرتے صرف یہ فرض کرکے پوچھا جاتا ہے کہ عیسائی مذہب اُن تمام مذاہب سے افضل ہے جنکے سامنے یہ پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہندوستان کے بڑے مذہب ہندو مذہب اور اسلام ہیں اور ان سے اترکر بدھ مذہب ہے جسکی اخلاقی تعلیم عیسائی مذہب کی اخلاقی تعلیم سے بہت ملتی جلتی ہے اور کسی طرح سے اس سے کم درجہ پر نہیں۔ بلکہ کفارہ کا بیہودہ عقیدہ نہ ہونیکی وجہ سے بدھ مذہب کی تعلیم زیادہ معقول نظر آتی ہے۔ ہاں ناقابل عملدرآمد ہونے میں دونوں یکساں ہیں۔ پس بدھ مذہب والے کس بات کیلئے اپنے مذہب کو چھوڑکر عیسائیت کی طرف رجوع کریں۔ اسقدر مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ عیسائی مذہب ہندوستان کے سب سے ادنیٰ مذہب پر کچھ فوقیت رکھتا ہے جیسا کہ خود ان ادنیٰ مذاہب والی اقوام کے عیسائی مذہب میں بکثرت داخل ہونیسے ثابت بھی ہوتا ہے خواہ اسکی بنا کسی دنیوی غرض اور لالچ پر ہی ہو۔ مگر مَیں اس بات کے ماننے کیلئے تیار نہیں کہ اپنے مذہبی عقائد میں عیسائی مذہب ہندو مذہب پر کچھ فوقیت رکھتا ہے مانا کہ ہندو بت پرست ہیں مگر وہ اپنے بتوں کو واقعی اور حقیقی طور پر خداوند جہان خالق ارض وسما نہیں سمجھتے حالانکہ عیسائی ایک کمزور انسان کو صرف شفیع اور مظہر الوہیت ہی نہیں مانتے ہیں بلکہ واقعی طور پر اسے خدا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا سمجھتے ہیں پس کیونکر بت پرستی کو عیسیٰ پرستی سے ادنیٰ مذہب قرار دیا جاوے بلکہ بت پرستی میں جو کچھ فرق بتوں اور اللہ تعالیٰ میں رکھا گیا تھا عیسائیوں نے مسیح کو بت بناتے وقت اس فرق کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ یہی دلیل عرب کے بت پرستوں نے اسوقت دی تھی جب عیسائی مذہب انکے سامنے پیش کیا گیا جیسا کہ قرآن شریف کی اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ءَ الٰھتنا خیر ام ھو (الزخرف آیت ۵۸) یعنی کفار نے کہا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا یسوع جسکو عیسائی معبود بنا رہے ہیں وہ اچھا ہے۔ گویا مطلب انکا یہ تھا کہ عیسائی مذہب کے بت سے تو ہمارے بت ہی اچھے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ عیسائی مذہب عرب میں کامیاب نہ ہو سکا اور یہی وجہ اسکی ہند میں ناکامی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ ہندو مذہب بیان کرتا ہے عیسائی مذہب اس سے بڑھکر کوئی بات بیان نہیں کرتا۔ باقی رہا آریہ سماج سو اگرچہ اس نے بھی اللہ تعالیٰ کو کمزور قرار دے کر اسے خالق مادہ وارواح نہیں سمجھا مگر ایک کمزور انسان کو جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا خدا قرار دینا یقیناً آریہ سماج کے عقیدہ سے جو وہ خدا کے متعلق رکھتے ہیں بہت گرا ہوا عقیدہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آخرکار وہی مذہب سب مذاہب پر غالب آسکیگا جسکی تعلیم اللہ تعالیٰ کے متعلق اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی اور پاکیزہ سے پاکیزہ ہو۔ اور اگر چندروز کیلئے کسی مصنوعی معبود والے مذہب کی ترقی بھی نظر آئی تو اس سے یہ دھوکا نہیں کھانا چاہئیے کہ انجام کار وہی مذہب (جو مذہب نہیں بلکہ توہم پرستی ہے) کل دنیا کا مذہب ہو جائیگا۔ اسی لئے مَیں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو آخرکار کل دنیا کا فائق مذہب ہوگا کیونکہ جو پاکیزہ تعلیم اللہ تعالیٰ کے متعلق اسلام نے دی ہے وہ دوسرے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ کسی نے بتوں کو خدا بنایا کسی نے انسان کو کسی نے یہی کیا کہ خدا کو انسان کی طرح کمزور سمجھکر نیستی سے ہستی کرنے پر قادر نہ سمجھا مگر اسلام ان تمام نقائص سے پاک اور بری ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسلام ایک زندہ خدا کو پیش کرتا ہے۔

مگر وہ بات جس پر عیسائی مذہب نے ہمیشہ سے بہت ناز کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو طریق نجات [illegible] پیش کرتا ہے وہ دوسرے کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا اور وہ ایک بہت آسان راہ ہے۔ مگر ہندو مذہب نے [illegible]

اس بیہودہ فخر کو بھی توڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں میں سبیل نجات عیسائیوں سے بہت کچھ ملتا ہے بلکہ عیسائیوں نے کسی ایسی ہی بت پرست قوم سے یہ عقیدہ لیا ہے۔ جیسا ایک عیسائی کے نزدیک یسوع خدا ہے۔ ہندو کرشن کو خدا سمجھتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ یسوع کے خون کی طرح یہاں کرشن کا خون گناہوں سے پاک کرنیکا ذریعہ نہیں۔ مگر اس بارے میں ہندو بہت اچھے رہے۔ کیونکہ اس سے کم از کم جسم تو صاف ہو جاتا ہے مگر کفارہ نہ جسم کو ہی پاک کر سکتا ہے اور نہ روح کو ہی۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ جس صورت میں عیسائی صاحبان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خدا انسان کی صورت میں زمین پر آ سکتا ہے۔ تو پھر وہ کرشن کے خدا ہونے پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ اور جس صورت میں انکے نزدیک چند قطرے خون کے جو انیس سو سال ہوا کسی انسان کے جسم سے نکلے تھے اس زمانہ میں چالیس کروڑ انسان کو گناہوں سے پاک کر سکتے ہیں تو سولہ سو میل لمبے ایک عظیم الشان صاف پانی کے دریا میں نہانے سے گناہوں کے جاتے رہنے کو وہ کیونکر غلط کہہ سکتے ہیں۔ اعتراض تو ہندوؤں کے ان دونوں عقیدوں پر وہ کرے جو خود کوئی بہتر عقیدہ رکھتا ہو۔ مگر جب دونوں قوموں کے عقیدوں کی ایک سی ہی توہم پرستی اور جہالت پر بنیاد ہے تو ایک کو دوسرے کے مذہب میں جانیسے کونسا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ دونوں کے ان عقائد پر جمے رہنے کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو انہیں عقائد پر پایا اور یہی وجہ تبدیلی مذہب کی مانع ہے۔ پس ہندو پر یسوع کی الوہیت اور یسوع کے خون کے ذریعہ گناہوں سے پاک ہو جانیکے عقائد کچھ اثر نہیں رکھتے کیونکہ اسکا اپنا خدا مسیح کی طرح کرشن کے وجود میں موجود ہے اور گناہوں سے پاک ہونیکے لئے دریائے گنگا کافی ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ وہ انسان کا جسم اختیار کر کے دنیا میں آیا کرتا ہے تو پھر یسوع کو کوئی امتیاز نہیں بلکہ جسقدر قوموں نے الگ الگ خدا بنا رکھے ہیں وہ سب سچے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی سنت کسی قوم سے مخصوص نہیں جیسا کہ اس نے اپنے انبیاء دنیا کی ساری قوموں میں بھیجے ایسا ہی یہ بھی اگر ممکن تھا تو ضروری تھا کہ وہ خود انسانی جامہ پہن کر مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتا رہتا۔ اور اگر ہندوؤں اور عیسائیوں کی واقعی اخلاقی حالتوں کا مقابلہ کیا جائے تو شراب خوری میں کمتر مبتلا ہونے میں ہندوؤں کو ترجیح دینی پڑیگی مگر باقی کئی اخلاقی حالتوں میں وہ دونوں قومیں ایک سی ہی گری ہوئی ہیں۔

یہاں میں اس اعتراض کو بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو کہا جاتا ہے کہ اگر کفارہ سے گناہ کا استیصال نہیں ہوا تو پھر اسلامی عقیدے سے بھی تو نہیں ہوا۔ یہ مقابلہ سراسر دھوکہ دہی ہے۔ اسلام عیسائی مذہب کی طرح یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ تم فلاں بات پر ایمان لے آؤ اور تمہارے گناہ خود بخود دور ہو جاویں گے۔ یا یہ کہ کسی شخص کے مرنے یا جی اٹھنے سے دنیا کے گناہ جاتے رہے۔ بلکہ ایسے عقیدوں کی بیخکنی کر کے اسلام وہ راہ بتاتا ہے جسپر چلکر انسان گناہ سے نجات پا سکتا ہے۔ اب دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ کفارہ کا عقیدہ رکھکر کروڑوں انسان گناہوں کی نجاست میں سرتا پا غرق ہو رہے ہیں۔ مگر اسلام کی بتائی ہوئی راہ پر چلکر کوئی شخص گناہوں میں مبتلا نہیں رہ سکتا۔ پس اگر مسلمانوں میں بھی گناہوں کا ارتکاب پایا جاتا ہے تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ اسلام کے بتائے ہوئے راہ میں کوئی نقص ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس راہ پر چلتے نہیں۔ حالانکہ عیسائی مذہب کے بتائے ہوئے علاج کو اختیار کر کے یعنی کفارہ پر ایمان لا کر بھی کروڑ در کروڑ مخلوق گناہوں میں غرق ہو رہی ہے۔ مگر اسکے علاوہ ایک اور فرق یہ ہے کہ اسلام ہمارے سامنے ایک عظیم الشان جماعت کے نمونہ کو پیش کرتا ہے جس نے قرآن شریف کی تعلیم پر چلکر پاکیزگی کا وہ نمونہ دکھایا جو دنیا کی کسی دوسری جماعت میں نہیں پایا جاتا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت۔ پھر اسکے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں بہت سی بدیاں جو اخلاق اور روحانیت کے لئے تباہ کن ہیں بہت کم پائی جاتی ہیں جیسے شراب خوری قمار بازی زناکاری یا یوں کہنا چاہیئے کہ بمقابلہ عیسائی اقوام کے یہ بدیاں مسلمانوں میں پائی ہی نہیں جاتیں۔

کیونکہ گلوری کے پہاڑ پر جو دو چار قطرے خون کے گرے ہونگے ان سے بہر حال گنگا کا اشنان اچھا ہے

بہر پہلو سے غور کیا جائے یہی ثابت ہوگا کہ اسلام کے سوا دوسرا کوئی مذہب نہ خدا تک ہی پہنچاتا ہے اور نہ حقیقی پاکیزگی کی راہ ہی سکھاتا ہے۔ اسلام وہ دوسرا مذہب ہے جس کا مقابلہ ہندوستان میں عیسائیت کو کرنا پڑا ہے مگر جس صورت میں عیسائی مذہب ہندو مذہب پر بھی کوئی فضیلت اپنی ثابت نہیں کر سکتا تو اسلام سے ناقص ہونا اسکا خود ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق جو پاک عقیدہ اسلام نے سکھایا ہے وہ خود اپنے اندر ایک ایسی کشش اور خوبصورتی رکھتا ہے کہ بغیر تنخواہ دار واعظوں کے جنکی فوجوں کی فوجیں عیسائیت کیلئے کام کر رہی ہیں اسلام نومرید بنانے میں عیسائیت سے بہت بڑھکر کامیاب ہو رہا ہے۔ ہندوستان کی آبادی میں گذشتہ دس سال میں معمولی ترقی مردم شماری کے رُو سے صرف تین فیصدی کے قریب ہے۔ اور اس نسبت کے لحاظ سے مسلمانوں کی تعداد میں صرف سترہ لاکھ کی زیادتی ہونی چاہیئے تھی۔ مگر بجائے سترہ لاکھ کے ہم پچاس لاکھ کی ترقی دیکھتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ۳۳ لاکھ کی ترقی یا اسکے قریب قریب صرف اسوجہ سے ہوئی ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور یہ تو ایک مثال ہے ورنہ جہاں جہاں اسلام کو عیسائیت کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم پیش کرنیکا موقع ملا ہے وہاں ہی ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونیوالے لوگوں کی تعداد عیسائیت میں داخل ہونیوالوں سے بہت بڑھی رہی ہے۔ اب بالمقابل اسلام کی اس ترقی کے ہندوستان میں انہی دس سال کے اندر عیسائیوں کی تعداد میں کل ترقی بمع نئی پیدائشوں کے صرف چھ لاکھ انتالیس ہزار ہوئی ہے۔ اب یہ کہدینا کہ عیسائیوں کی تعداد کے لحاظ سے یہ تیس فیصدی ترقی ہے دھوکہ دینا ہے۔ بتانا تو یہ چاہیئے کہ واعظوں کی جو فوجیں کام کر رہی ہیں اور جو روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے اسکے لحاظ سے بمقابل اسلام کے کسقدر ترقی عیسائی مذہب کو ہوئی کیونکہ نسبت تو مرید فی کس وہ صحیح ہوگی جو ذرائع کے لحاظ سے لگائی جاوے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ترقی کی وجہ صرف اسکی اصول کی صداقت ہے۔ اور عیسائیت کی ترقی کی وجہ محض روپیہ ہے۔

اسلام میں ایک خوبی ایسی ہے جو دوسرے کسی مذہب میں پائی نہیں جاتی یعنی اسلام اس خدا کی طرف بلاتا ہے جس کا بت پرست یا عیسائی بھی انکار نہیں کر سکتے۔ سچے خدا کے ساتھ لوگوں نے طرح طرح کی غلطیاں ملالی ہیں کسی نے یسوع کو خدا بنا لیا کسی نے بتوں کو کسی نے کرشن کو کسی نے کسی کو مگر ان تمام قومی اور عارضی خداؤں کے علاوہ جن پر کوئی سی دو قوموں کا بھی باہمی اتفاق نہیں سب قوموں نے سچے خدا کو بھی تسلیم کیا ہے مگر اسلام ان تمام قومی خداؤں سے بیزار ہے اور صرف اس اکیلے سچے خدا کو پیش کرتا ہے جو تمام عیبوں سے پاک اور تمام نقصوں سے بری ہے پس اسلام کو کوئی مذہب کیونکر جیت سکتا ہے جبکہ خدا سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ علاوہ اسکے جن لوگوں نے خدا کو ایک بھی مانا ہے انکی تعلیم میں بھی کچھ نہ کچھ نقص باقی ہے۔ کوئی اسکو نیستی سے ہستی کرنے پر قادر نہیں سمجھتا اور کوئی مادہ کو اسکا شریک ٹھہراتا ہے کوئی اسکو زندہ خدا نہیں سمجھتا۔ مگر اسلام اُس خدا کو پیش کرتا ہے جو ہر چیز پر قادر اور ہمیشہ زندہ ہے جو اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور انکو جواب دیتا ہے۔ اور جو اپنی ہستی اور قدرت کے عجیب نشان آپ ظاہر کرتا ہے پس عیسائی مذہب ایسے پاک مذہب کا مقابلہ کیونکر کر سکتا ہے بلکہ عیسائی مذہب کا قومی خدا زمانہ میں روشنی اور تعلیم پھیلنے کے ساتھ ساتھ خود ہی زائل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسجگہ بھی اکثر عیسائی صاحبان کہدیا کرتے ہیں کہ تعلیم کا اثر اسلام پر بھی یہی ہوا ہے کہ جسطرح تعلیم یافتہ عیسائی یسوع کی خدائی اور کفارہ کا کھلا کھلا انکار شائع کر رہے ہیں جو یہی اس مذہب کا شہتیر ہے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے خدا کے وجود سے انکار نہیں کیا اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ اور معاملات میں ہے۔ بلکہ جو عیسائی یسوع کی خدائی کا انکار کر رہے ہیں وہ بھی اصل میں اسلامی عقیدہ کی طرف ہی چلے آ رہے ہیں۔ باقی رہی نجات سو اس میں عیسائیوں نے بہت سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اول تو یہ قرار دیا کہ محض گناہ سے بچ جانا ہی نجات ہے۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم ہمیں بتاتی ہے کہ گناہ سے بچنا نجات کے زینہ کی پہلی سیڑھی ہے۔ اور اصل مقصد کو حاصل کرنے کیلئے بڑے بڑے منازل انسان کو طے کرنے چاہئیں۔ مگر ایک غلطی پر دوسری غلطی یہ کہ نجات کے اس ناقص مفہوم تک پہنچنے کا بھی سیدھا راستہ مذہب نے نہیں بتایا بلکہ حق پاک کے تعلق بانٹنے کے ساتھ اسے لگا دیا کہ یسوع کے کفارہ کو مان لینے سے گناہ جاتے رہتے ہیں ایسے

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعودؑ

۶- دسمبر ۱۹۰۵ء- قرب اجلك المقدر ولا نبقی لك من المخزیات ذکرا- قل میعاد ربك ولا نبقی لك من المخزیات شیئاً- ۷- دسمبر ۱۹۰۵ء- یہی الہامات پھر ہوئے اور ساتھ یہ الفاظ زاید تھے- واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین- ۹- دسمبر ۱۹۰۵ء- نئے قبرستان کی زمین کے متعلق الہام ہوا- انزل فیھا کل رحمۃ- ۱۳- دسمبر ۱۹۰۵ء- کبرت فتنۃ ۱۴- دسمبر ۱۹۰۵ء- جاء وقتك- ونبقی لك الاٰیات باھرات- ۲۰- جاء وقتك ونبقی لك الاٰیات بینات- ۱۶- دسمبر ۱۹۰۵ء- قال ربك انہ نازل من السماء ما یرضیك رحمۃ منا وکان امرًا مقضیا- قرب ما توعدون- ۲- امرت نافذا- ۲۳- دسمبر ۱۹۰۵ء- واما بنعمت ربك فحدث- ۲۶- دسمبر ۱۹۰۵ء- یا قمر یا شمس انت منی وانا منك- فرمایا اس الہام میں خدا تعالیٰ نے ایک دفعہ اپنے آپ کو سورج فرمایا ہے اور مجھے چاند- اور دوسری دفعہ مجھے سورج فرمایا ہے اور اپنے آپ کو چاند- یہ ایک لطیف استعارہ ہے جس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے میری نسبت یہ ظاہر فرمایا ہے- کہ میں ایک زمانہ میں پوشیدہ تھا اور اسکی روشنی کے انعکاس سے میں ظاہر ہوا- اور پھر فرمایا کہ ایک زمانہ میں وہ خود پوشیدہ تھا- پھر وہ روشنی جو مجھے دیگئی اس روشنی نے اسکو ظاہر کیا- یہ ایک مشہور مسئلہ ہے- کہ نور القمر مستفاض من نور الشمس- یعنی چاند کا نور سورج کے نور سے فیض حاصل کرنیوالا ہے- پس اس الہام میں اول خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں سورج قرار دیا اور اسکو انوار اور فیوض کے ذریعہ سے مجھ میں نور پیدا ہونا بیان فرمایا- اس لئے میں قمر کہلایا- پھر چونکہ میری روشنی سے (جو مجھے دیگئی) اسکا نام روشن ہوا- اس لئے اس بناپر مجھے سورج قرار دیا گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں قمر قرار دیا- کیونکہ وہ میرے ذریعہ سے ظاہر ہوا- اور اس نے اپنا زندہ وجود میرے وسیلہ سے لوگوں پر نمایاں کیا یہ شمس وقمر کا خطاب الہام کے دوسرے حصہ کی تشریح ہے کہ انت منی وانا منك- یہ ایک ایسی نظیر ہے جو انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی- ۲- انا نبشرك بغلام- نافلۃ لك- نافلۃ من عندی- ۳۱- دسمبر ۱۹۰۵ء رؤیا- دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی قبر کے پاس تین اور قبریں ہیں اور ایک قبر پر لال کپڑا ڈالا ہے- یکم جنوری ۳- جنوری ۱۹۰۶ء- انی مع الافواج اٰتیك بغتۃ حرامٌ علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون- ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظھرك-

۹- جنوری ۱۹۰۶ء- اللہ غالب علیٰ کل شیٔ - ینجیک من کل کرب - رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو آئے ہیں اور انہوں نے ایک کاغذ پیش کیا کہ اسپر دستخط کر دو۔ مینے کہا کہ میں دستخط نہیں کرتا۔ اسپر انہوں نے کہا کہ پبلک نے تو کردیئے ہیں مینے جواب دیا کہ میں پبلک میں نہیں یا پبلک سے باہر ہوں۔ اور ایک اور بات کہنے کو تھا مگر کہی نہیں اور وہ یہ تھی کہ کیا خدا نے بھی اس پر دستخط کر دیئے ہیں۔ ۱۰- جنوری ۱۹۰۶ء- خواب میں دیکھا کہ دہلی گئے ہیں اور بخیر بیت واپس آ گئے ہیں تو الہام ہوا کہ الحمد للہ الذی- صلعم ۔۔۔ ۱۲- جنوری ۱۹۰۶ء کو رؤیا دیکھا کہ محمد حسین کہتا ہے قطع دابر القوم فکر ہوا کہ یہ دشمن ہے کیا کہتا ہے

یاددہانی

دسمبر سال گذشتہ کے رسالہ کے ساتھ سب احباب کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا کہ بار بار کے تقاضوں اور آخر بعض حالتوں میں بقایا کے نہ وصول ہونیکی جھگڑوں سے بچنے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ سب احباب ابتدائی تین ماہ کے اندر اندر قیمت رسالہ کی ادا کر دیں۔ اور جو ان تین ماہ کے اندر یعنی اخیر مارچ ۱۹۰۶ء تک قیمتیں ادا نہ کر سکتے ہوں وہ بہرحال دفتر میں اطلاعی کارڈ بھیجدیں کہ کس مہینے میں وہ اپنی قیمت بھیجیں گے یا کس ماہ کے پرچہ کو وی پی کر کے اُنسے قیمت وصول کی جاوے۔ یہ رعایت صرف پچھلے خریداروں سے ہے ورنہ آئندہ کوئی رسالہ بغیر قیمت پیشگی وصول ہونیکے جاری نہ کیا جاوے گا۔ نیز احباب کی خدمت میں یہ بھی التماس ہے کہ ابتدائے سال میں اخراجات زیادہ ہوتے ہیں اسلئے حتی الوسع جلدی قیمتوں کے بھیجنے کی کوشش کریں اور مارچ کا انتظار نہ کریں۔ افسوس کہ خریداروں کی تعداد میں ترقی کی رفتار بہت ہی سُست ہے۔ ہمارے احباب توجہ کریں۔

نوٹس

یہ نوٹس ان تمام بقایاداران کے نام ہے جنہوں نے دفتر کے وی پی انکاری کر دیئے ہیں۔ اور بار بار یاددہانی کی باوجود بقایا ادا کرنیکی طرف توجہ نہیں کی۔ آئندہ کے لئے انکا اختیار ہے کہ دفتر میں اطلاع دے کر رسالہ بند کر دیں یا اگر وہ چاہتے ہیں تو جاری رکھیں۔ مگر بقایا کی وصولی سے ہم کسی طرح درگذر نہیں کر سکتے۔ اور جو خریداران اس قدر بدخلقی سے پیش آ رہے ہیں کہ نہ صرف وی پی انکاری کر کے اسکی وجہ ہی نہیں دیتے بلکہ پھر دفتر سے بار بار خطوط لکھے جاتے ہیں تو انکا جواب تک بھی نہیں دیتے۔ انکو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ دفتر کے جائز مطالبوں سے اس طرح سے انکار کرنے پر مصر رہیں گے تو ان کے نام بذریعہ رسالہ مشتہر کئے جاویں گے۔

مینجر

کی طرح موت نہیں ہے۔ (۳) ایک یہ معنے ہیں کہ ہمیں قبل از موت کی فتح نصیب ہو گی جو دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ اسی طرح

جاپان میں اشاعت اسلام اور اعانت کا سلسلہ

Digitized by Khilafat Library

سب سے اول میں اُن احباب کو جزاکم اللہ خیرا لکھتا ہوں جنہوں نے سلسلہ اعانت میگزین میں نہایت سرگرمی دکھائی ہے۔ ایسے احباب کا ذکر وقتاً فوقتاً میگزین میں ہوتا رہا ہے مگر اسکی تازہ نظیر جہلم کی جماعت احمدی ہے جنہوں نے میری توقع سے بہت بڑھکر اس کار خیر میں حصہ لیا ہے یعنی اٹھانوے روپے کی رقم جمع کرکے بھیجی ہے کہ اس کے عوض جاپان میں یا کسی اور جگہ رسالے بھیجے جاویں۔ خدا تعالیٰ ان تمام مخلص احباب کو جزائے خیر دے اور دوسری جگہ کی جماعتوں کو جنہوں نے ابتک خاموشی اختیار کی ہوئی ہے اس نمونہ پر چلنے کی توفیق دے آمین۔ فہرست دوسری جگہ اخبار میں انشاء اللہ شائع کی جاوے گی۔ سردست میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ احباب کو جو اعانت بھیجتے ہیں اس قید کے لگانیکی ضرورت نہیں کہ اس روپیہ سے ایک خاص ملک میں اشاعت ہو۔ آجکل اکثر احباب لکھدیتے ہیں کہ جاپان میں ہی اشاعت ہو مگر میں اس امر کے اظہار کو اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جاپان میں بہت کثرت سے انگریزی رسالے بھیجنے مفید نہیں ہو سکتے کیونکہ اصل زبان ملک کی اور عوام کی انگریزی نہیں بلکہ انگریزی زبان لوگ شوقیہ پڑھ لیتے ہیں اسلئے جاپان کے متعلق میں بالفعل صرف یہ انتظام کر رہا ہوں کہ وہاں کی بڑی بڑی شہروں میں جسقدر پبلک لائبریریاں یا پبلک ریڈنگ روم ہیں اور جہاں طرح طرح کی اخبارات جمع ہوتی ہیں صرف ایسے مقامات کے پتے حاصل کرکے وہاں رسالہ بھیجا جاوے تا جو شخص پبلک میں سے انگریزی پڑھ سکتا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے اور باقی رسالے زیادہ تر انگلستان اور امریکہ میں بھیجے جاویں جہاں پبلک کی زبان انگریزی ہے تا جس دلپذیر طریق سے چاہیے انکا اثر ہو۔ چنانچہ اسی غرض کیلئے میں نے شیخ عبد اللہ کریم اور مسٹر محمد الگزنڈر رسل وب وغیرہ سے فہرستیں منگوائی ہیں اور اور منگوانیکی کوشش کر رہا ہوں۔ اور ایسا ہی بعض اخبارات میں جیسے کریسنٹ اور لائٹ آف ڈی صدی یہ اشتہار بھی شائع کرایا ہے۔ جاپان کے متعلق وہی تجویز احسن معلوم ہوتی ہے جسکا ذکر مسٹر محمد اسحاق پراچہ نے اپنے خط مندرجہ پیسہ اخبار میں کیا ہے یعنی چھوٹے چھوٹے رسالے یہاں سے تالیف کرکے بھیجے جاویں اور اپنے خرچ پر جاپانی زبان میں ترجمہ کرا کر پھر مفت پبلک میں شائع کئے جاویں۔ اسکے لئے اللہ تعالیٰ سے ہی استدعا ہے کہ وہ مجھے ان تالیفات کے لئے اور احباب کو انکی اشاعت کے لئے ہمت اور توفیق دے۔ یہ بات بھی ذکر کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جب کوئی دوست روپیہ بھیجتا ہے تو فی الفور اسکے عوض رسالہ نہیں بھیجا جاتا بلکہ جب کوئی عمدہ موقع بھیجنے کا ملے تو اسوقت بھیجا جاتا ہے۔

تیسرے بعض ایسے کرمفرماؤں نے جو اس جماعت میں داخل نہیں یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اگر رسالہ انگریزی میں خدا کی اس سلسلہ کا ذکر نہ ہو تو وہ بھی ملک غیر میں اشاعت کے لئے مدد دینے کو تیار ہیں۔ میرا یہ گمان ہے کہ انہوں نے نیک نیتی سے ہی یہ لکھا ہوگا اسلئے میں انکو سوائے اسکے کچھ نہیں کہنا کہ خدا کا سلسلہ کسی کا محتاج نہیں اور یہی سلسلہ ہی جسکے ذریعہ سے اسلام دوسرے ادیان پر غالب آسکتا ہے۔ ہم اس راہ پر چلتے ہیں جو خدا کے اس برگزیدہ انسان نے ہمیں بتائی جسکی سچائی کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے اور جسکی صداقت پر کامل اطمینان حاصل کر چکے ہیں پس جس نور کے ذریعہ سے ہم نے ہدایت پائی اگر ہم اسکو دوسروں سے پوشیدہ رکھیں تو ہم سے بڑھکر کافر نعمت کون ہوگا۔ اس سلسلہ کا حامی خود خدا تعالیٰ ہی اور وہ اسکی سب کاروائیوں کی تکمیل کریگا۔ ہم مجبور ہیں کہ کسی انسان کی خواہش کی پیروی نہیں کر سکتے بلکہ اسی راہ پر چلیں گے جسپر خدا نے ہمیں چلایا۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔ محمد علی۔

باہتمام چودھری اللہ داد صاحب میگزین پریس قادیان میں منیجر میگزین کی فرمائش سے طبع ہوا۔

اعلان :- ہر ایک سامان کرکٹ ٹینس فٹ بال و جمنیسٹک وغیرہ مستری نظام الدین احمدی شہر سیالکوٹ سے مل سکتا ہے۔ مکمل فہرست مفت۔